ہمارا پاکستان

از

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی

سر اکیڈیمی
عابد روڈ حیدرآباد دکن

قیمت ۱۲ا/

ہمارا پاکستان

خطبۂ صدارت صوبہ پنجاب علماء اسلام کانفرنس لاہور

منعقدہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ جنوری ۱۹۴۶ء

از

حضرت العلامہ شبیر احمد عثمانی

نفیس اکیڈیمی
عابد روڈ۔ حیدر آباد (دکن)

قیمت بارہ آنے

فہرست مضامین

علما و مشائخ کے فرائض منصبی
حضرت عثمانؓ کا تاریخی فیصلہ
رسول اکرم محمد صلعم کی نظر کرم
حضرت شیخ مجددؒ کا نعرۂ حق
حضرت شیخ الہند کا آخری پیام
دورِ جاہلیت کی تاریکیاں
سرورِ عالمؐ کی تعلیمات
یثرب کا پاکستان
پاکستان اولیٰ کی فتوحات
دارالحرب کے ضعفاء
غلبۂ اسلام
حضرت امام مالکؒ کا قولِ حکیمانہ
ہندوستان کی جنگِ آزادی
انڈین نیشنل کانگرس
کانگرس وزارتیں
مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ
حقیقتِ پاکستان
نظامِ پاکستان
پاکستان کی حدود
آل انڈیا یونین کا فریب
مسلم اکثریت کے صوبوں کی قوت
برادرانِ وطن کی قربانی کی حقیقت
معروضات و مطالبات
پاکستانی تجویز پر ایک دوست کے کچھ شبہات

ہمارا جواب
پاکستانی صوبوں کے اعداد و شمار
ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت
پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا راستہ
ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانی
دار الحرب سے ہجرت
پاکستان کی اقتصادیات
پاکستانی صوبوں کی زرخیزی
ہمارے صوبوں کی معدنیات
ہماری صنعت و تجارت
پاکستان کی بندرگاہیں اور باہر کی دنیا
برادرانِ وطن کی گھبراہٹ
انگریز کی غلامی
پاکستان کا قانون
جمعیۃ العلمائے ہند کا فارمولا
جمہور مسلمانوں کا مطالبہ
پاکستان کا نظام حکومت
مسلم لیگ کی درخشاں کامیابی
ہمارا قومی نعرہ
یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان سے خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہٖ اجمعین ؕ

اما بعد۔ آپ نے اپنے حسنِ ظن کی بنا پر جمعیۃ علمائے اسلام کی اس پہلی صوبائی کانفرنس کا صدر تجویز فرما کر مجھے جو عزت بخشی، اللہ تعالیٰ اس کی لاج رکھ لے۔ آپ کے نیک گمان کو میرے حق میں اپنی قدرتِ کاملہ سے سچا کر دکھائے۔ اور ایک ادنیٰ خادمِ دین کی قدر افزائی کا صلہ دین و ملت کی کسی عظیم فلاح و کامرانی کی صورت میں سب کو مرحمت فرمائے۔ بس یہی میری متضرعانہ دعا، اور یہی میری طرف سے آپ کا مخلصانہ شکریہ ہے۔ کیا میرے بھائی اس پر قناعت کریں گے؟

میں جلسوں کے آداب و حقوق اور منصبِ صدارت کے فنی رسوم و فرائض سے نہ پوری طرح واقف ہوں نہ اپنی افتادِ طبیعت سے اُن کے انجام دینے کی صلاحیت و قدرت

رکھتا ہوں۔ اس لئے اگر میں آپ کے تخمینہ یا عصری معیار کے مطابق کوئی خطبہ پیش نہ کرسکوں تو مجھے معذور سمجھئے۔

میرا مشورہ تو دوسروں کے لئے بھی یہی ہے کہ اب ہم مسلمانوں کے پاس اپنے قومی جہاز کو شدید ترین خوفناک گرداب بلا سے نکالتے ہوئے اتنا فضول وقت نہیں بچنا چاہیئے جس میں اہم اور ضروری مقاصد کو چھوڑ کر ہم محض اپنی علمی قابلیت کا اظہار اور رسمی وزبانی شکریوں کی نمائش کیا کریں۔

علماء ومشائخ کے فرائض منصبی

ہم مسلمانوں اور خصوصاً علمائے امت کو اپنی مجالس عامّہ وخاصہ میں تتبع کرنا چاہیئے قرونِ اولیٰ کی سادہ اور بے لوث مجالس کا۔ اُن کی مختصر اور پُر مغز تقریروں اور طویل وعریض سلسلۂ عمل کا۔ اُن کی مشاورت اور تبادلِ آراء وافکار کے بہترین اصول کا۔ اُن کی نہایت ہی مخلصانہ تواصی بالحق اور تواصی بالصبر کا۔ اُن کے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا۔ اور اصلاح ذات البین کی مفید ومنتج گفتگوؤں کا۔ غرضکہ اللہ سُبحانہ وتعالیٰ کے اس مطرود منعکس ارشاد پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہونے کا۔

لاخیر فی کثیر من نجواھم	ان کی اکثر مجالس میں کوئی بھلائی نہیں
الا من امر بصدقۃ او معروف	بجز اس شخص کے جو امر کرے

اور اصلاح بین الناس	خیرات کا یا کسی اچھی اور معقول بات کا یا اصلاحِ ذات البین کا۔

حضرت عثمانؓ کا تاریخی فیصلہ

اے حضرات علمائے کرام! میں نہ کوئی خطیب ہوں اور نہ گویائی کی ایسی ممتاز قوت رکھتا ہوں جس سے دوسرے حضرات محروم ہوں۔ بلکہ اگر آپ مجھے مجبور نہ کریں تو اس سے زیادہ ایک لفظ بھی بولنا نہیں چاہتا جو میرے جدِ بزرگوار خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے ممبر پر فرمایا تھا کہ

ایھا الناس انکم الی امام فعال احوج منکم الی امام قوال۔	اے لوگو! یقیناً تم کو زیادہ کلام کرنے والے رہنما سے بڑھ کر بہت زیادہ کام کرنے والے رہنما کی ضرورت ہے۔

مگر جب آپ حضرات نے محض اپنی مہربانی اور حسنِ ظن سے مجھے اس مقام پر کھڑا ہونے کے لئے مامور فرمایا ہے تو میرا فرض ہے کہ اپنی اور آپ کی بلکہ تمام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے مسلمانوں کی صلاح و فلاح سے متعلق نظر بحالات موجودہ جو میرے ناچیز خیالات ہیں وہ مختصراً بلا کم و کاست آپ کے سامنے رکھدوں۔

میں آج "زندہ دلانِ پنجاب" کے ماحول میں اپنے اندر بھی ایک قسم کی زندہ دلی محسوس کرتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ پاکستان کے

قلب و جگر سے جو صدائے حق بلند ہو گی اُس کی گونج اخوت اسلامی کی عروق و شرائین کے ذریعہ بہت تیزی کے ساتھ تمام جسد پاکستان بلکہ ملکِ ہند کے تمام اعضاء میں پھیل جائے گی۔ اس وقت پورا حوالہ مجھے یاد نہیں رہا۔ لیکن پورے جزم و وثوق کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ اب سے تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے حضرت مجددِ الف ثانی رحمۃ اللہ نے اپنی کسی تحریر میں از راہِ کشف ارشاد فرمایا تھا کہ آجکل رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ یا نظرِ التفات شہر لاہور پر مرتکز ہے۔

رسُولِ اکرم محمد صلعم کی نظرِ کرم

میں سوچتا ہوں کہ لاہور کے حق میں کیا اس محبوبِ خدا اور آقائے دو جہاں کی وہ نظر کیمیا اثر خالی جا سکتی ہے؟ وہ نگاہِ لطف و کرم جس کی ایک معمولی جھپک ہزار سالہ بت پرست کو ایک آن میں ولی کامل بنا دے۔ جو مدت کے بگڑے ہوئے شیطانوں کو ایک لمحہ میں درست اور پاک و صاف بنا کر فرشتوں کے زمرے میں شامل کر دے جو ذرا سی دیر میں قلوب و ارواح کی دُنیا بدل ڈالے۔ ملکوں اور قوموں کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ کیا چند صدیوں کی مسافت زمانی نے لاہور کے مستقبل کو اس انقلاب آفرین نگاہ تلطف کی عظیم تاثیر و تصرف کے فیض سے بالکلیہ محروم کر دیا ہو گا؟ ہرگز نہیں ان کی شان تو یہ ہے ؎

دُر فشانی نے تری قطروں کو دریا کر دیا — دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
جو نہ تھے خود راہ پر دُنیا کے ہادی بن گئے — کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

غور کیجئے "مُردے" اُس نظر سے صرف زندہ نہیں ہوئے بلکہ مسیحا بنگئے جن کی مسیحائی سے کروڑوں مُردہ دلوں کو حیات تازہ حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ مجددؒ کا نعرۂ حق

یہ چیز بھی لائق غور ہے کہ شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ (جن کو لاہور کی یہ سعادت مکشوف ہوئی) وہ ہی بزرگ ہیں جنھوں نے اکبر بادشاہ کی بنائی ہوئی "قومیت متحدہ" اور نام نہاد دین الٰہی کے مقابلہ پر تاریخی جہاد کیا تھا۔ ممکن ہے ان کے مذکورہ بالا کشف سے ادھر بھی اشارہ ہو کہ آگے چل کر جب قومیت متحدہ ایک دوسرے رنگ میں اور اکبر کا دین الٰہی گاندھی ازم کی شکل میں ظہور کرے گا۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ گرامی اور التفات خصوصی کی بدولت لاہور ہی وہ مقام ہو گا۔ جہاں سے ان نئے بتوں کے توڑنے پہلی آواز بلند ہو گی، پھیلے گی، پھلے گی اور پھولے گی۔

حضرت شیخ الہندؒ کا آخری پیغام

بہرحال آج اس نئی مہم کا ابتدائی منظر ہمارے سامنے ہے "جداگانہ قومیت" کا عقیدہ تو ہمیشہ سے مسلمانوں کے جذر قلوب میں بطور ایک مفروغ عنہ مسئلہ کے مرتسم و متمکن ہے۔ اور کانگرس کے چند سالہ شور و غل سے پہلے کوئی اس پر نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ

سمجھتا تھا۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آخری پیغام صدارت میں جو جمعیۃ علمائے ہند کے اجلاس دہلی کے موقع پر حضرت کی وفات سے نو دن پہلے پڑھا گیا۔ ہندو مسلمان کے دو قوم ہونے کی تصریح موجود ہے۔ کسی شخص نے آج تک اس پر حرف گیری نہیں کی۔

ہاں ہندوستان کے مسئلہ کا پاکستانی حل ابتداءً لاہور کی آرام گاہ میں سونے والے ڈاکٹر اقبال مرحوم کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں سامنے آیا۔ لیکن یہ نام "پاکستان" علامہ اقبال کا تجویز کردہ نہیں۔ بلکہ پیام اقبال کے ایک پُرجوش علمبردار چودھری رحمت علی صاحب نے ۱۹۳۲ء میں اس تجویز کو یہ نام دیا ہے۔ جو آگے چل کر اختصار کی وجہ سے لوگوں میں مقبول ہو گیا۔ تقسیم ہند کی اس تجویز پر جس کا اصطلاحی نام پاکستان ہے اور جس کا اصل واضع علامہ اقبال مرحوم ہے آخرکار قدرے ترمیم و تغیر کے ساتھ آپ کے اس تاریخی شہر لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مُہرِ تصدیق ثبت کر دی اور آج پاکستان جمہور مسلمانانِ ہند کے لئے محض یک گرمی اور جوش پیدا کرنے والا نعرہ نہیں بلکہ ایک مضبوط اور اٹل سیاسی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اب پاکستان کا نام آنے پر اُن کے دلوں میں جذبات مسرت و ابتہاج کی لہر دوڑ جاتی ہے

اور وہ یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ہمارا درخشاں مستقبل گویا ہماری طرف کو تیزی سے بڑھتا چلا آرہا ہے۔ مسلمان جب اپنے نصب العین کے متعلق یہ یقین حاصل کرلے اور مطمئن ہو جائے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے وہ صاف، واضح، غیر مبہم اور بے غبار ہے، تو اُس کے حصول کے لئے اسے کوئی قربانی بھاری نہیں معلوم ہوتی۔ وہ آگ کے طوفان سے کھیلنے اور خون کے دریا میں کودنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کسی دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور دلبھ پٹیل جیسے ناعاقبت اندیش مدعیوں کے چیلنج کو بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ منظور کرتا ہے۔

دورِ جاہلیت کی تاریکیاں

حضرات! اب ذرا آپ تیرہ سو اٹھتر برس پیچھے لوٹ جائیے۔ دیکھئے۔ دُنیا کی فضا کس قدر بھیانک اور کیسی تاریک نظر آرہی ہے۔ ہر جگہ ظلم و ستم، کفر و شرک، عصیان و طغیان، جبر و استبداد، وحشت و بہیمیت اور شیطانی طاقتوں نے کس طرح پرے جما رکھے ہیں۔ امن و اطمینان کی ایک کرن بھی کسی طرف نظر نہیں آتی۔ تیرہ و تار گھٹاؤں نے دن کو رات بنا دیا ہے۔ ان ہی خوفناک اندھیریوں میں دفعتہً مکہ کی پہاڑیوں ایک چمک دکھائی دی۔ رحمت کا بادل زور سے گرجا اور کڑکا، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جبل النور کی چوٹی سے دُنیا کا ہادی

اور شہنشاہ، اکبر کا پیغام برِ اعظم چمکتا اور گرجتا ہوا بارانِ رحمت کو ساتھ لئے نزولِ اجلال فرما رہا ہے۔ اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آل سیدنا محمد الف الف صلاۃ وسلام۔

سرورِ عالمؐ کی تعلیمات

تھوڑی ہی مدت گزری کہ مکہ کی فضا میں بہت عجیب و غریب تغیر پیدا ہونا شروع ہوا۔ ایک طرف سے رحمۃ للعالمین کا دستِ شفقت دراز تھا اور دوسری جانب اس کا جواب ہرزہ سرائیوں، دشنام طرازیوں بلکہ بعض اوقات اینٹ اور پتھر سے دیا جا رہا تھا۔ نور و ظلمت کی اس کشمکش میں حضورِ انورؐ کے ساتھ جو چند سعید روحیں آپ کے پیغام کی حقیقت کو سمجھ چکی تھیں، دشمنوں کے ظلم و ستم کی آماجگاہ بنتی رہیں۔ رشد و ہدایت کے اس سراجِ منیر کو جس قدر اپنی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش کی جاتی۔ اسی قدر زور سے اس کی روشنی بھڑکتی تھی۔ آپ بار بار اس قوم کو سمجھایا کئے کہ تمہارے لئے دارین کی کامیابی اور فلاح میری پیروی میں ہے۔ آؤ کہ دنیا کی حکومت اور آخرت کی سعادت کا تاج تمہارے سروں پر رکھ دوں۔ مگر وہ کچھ ایسے غفلت کے نشہ میں سرشار تھے کہ آپ کی ساری دردمندی اور نیک خواہی کا جواب

متمردانہ استکبار اور ناشائستہ سب و شتم سے دیتے رہے۔ آپ کے جاں نثار اصحاب پر جن کے سینے اللہ نے ایمان و عرفان کے لئے کھول دیئے تھے۔ جور و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مدت دراز تک ایسے ایسے زہرہ گداز مظالم سے اُن کو دوچار ہونا پڑا۔ جن کی مثال شاید کسی امت کی تاریخ میں نہ مل سکے۔ مسلسل تیرہ سال تک ایسے سخت امتحان و آزمائش کی چکی میں پستے رہے۔ جس کے پڑھنے اور سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایک عرصہ تک قوم کی طرف سے ایسا سخت بائیکاٹ کیا گیا کہ درختوں کے پتے اور جنگل کی گھاس کھانے کی نوبت آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ اور مقدس نصب العین یہ تھا کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم فرمائیں اور اس کے نائب السلطنت کی حیثیت سے اس کا آخری ابدی، اکمل اور عالمگیر قانون نافذ کریں۔

لیکن مکہ میں جہاں کفار کا غلبہ تھا۔ ایسا موقع کہاں میسر تھا۔ آزاد حکومت قائم کرنے کے لئے ایک آزاد مرکز و مستقر کی ضرورت تھی۔

یثرب کا پاکستان

کوئی ایمان دار آدمی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر خداوندِ قدیر چاہتا تو ان ہی مُٹھی بھر مظلوم و

مجبور مسلمانوں کو اُن سب پر غالب کر دیتا۔ اور اُن کے دشمنوں کو دفعۃً کچل کر تباہ کر ڈالتا۔ مگر حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ اُمتِ مرحومہ ہر قدم پر اس عالمِ اسباب کے محکم نظام کے ماتحت اپنے نبیؐ سے سبق حاصل کرے۔ اور زندگی کے ہر ایک روشن یا تاریک دور میں اپنے مستقبل کی تعمیر کا کام کر سکے۔

اس لئے اُن ناسازگار دنوں میں سیاست و حکمت کا ایک نیا باب کھولا گیا۔ یعنی یہ کہ اسلام کے لئے مکہ سے ہٹ کر (جو اس وقت دارالحرب تھا) کوئی ایسا مامن و مسکن بناؤ جو اگرچہ ابتداءً مکمل طور دارالاسلام نہ کہا جا سکے تاہم اسلام وہاں آزاد ہو۔ اور کم از کم اپنے پیروؤں پر اپنا قانون بے روک ٹوک نافذ کر سکے پھر جب تائیدِ ربانی سے مسلمانوں کا وہ آزاد مرکز دائرۂ سیاست میں مضبوط اور طاقتور ہو جائے (خواہ وہ کتنا ہی محدود پیمانہ پر ہو) تو اس مرکز سے اسلام کو اپنے اصلی عزائم کے فروغ اور وسعت دینے کا موقع مل سکے۔ اسی نقطۂ نگاہ کے ماتحت شہر یثرب کو (جو حضور کی تشریف آوری کے بعد مدینۃ النبی بن گیا) مرکزِ توجہ بنایا گیا۔ ہجرت سے پہلے وہاں کی زمین ہموار کی گئی۔ اور حضور اکرمؐ کی تشریف بری سے پہلے بہت سے چیدہ و برگزیدہ اصحاب کو وہاں بھیجا گیا۔ تاکہ اللہ کے سب سے بڑے نائب کی حکومت قائم کرنے کے لئے (جس سے ساری روئے زمین پر

قرآنی سیاست اور آسمانی حکومت کا صور پھونکا جانے والا تھا) راستہ صاف کریں۔

پاکستان اولیٰ کی فتوحات

مکّہ کے رہنے والے دشمن بھی اس نتیجے سے غافل نہ تھے انھوں نے ہر طرح اس تحریک کو ناکام بنانے کی کوشش کی مگر وہ خود ناکام رہے۔ اور مشیئتِ الٰہیہ کے زبردست ہاتھ نے آخرکار اپنے رسولِ مقبولؐ کی تاریخی ہجرت سے مدینہ طیبہ میں ایک طرح کا پاکستان قائم کر دیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مدینہ پہنچنا تھا کہ نورِ اسلام، ظلمتِ کفر پر جستی رنگ میں غالب آنا شروع ہو گیا۔ اور گو وہاں اُس وقت تک بہت سی ناپاک ہستیوں کی موجودگی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پاک اور طاہر و مطہر بندوں کی پاکی اس طرح مدینہ کے در و دیوار پر چھا گئی کہ اب کسی پلید اور ناپاک ہستی کے لئے ابھرنے کا موقعہ باقی نہ رہا۔ اندریں حالات کفارِ مکہ کو یہ فکر دامنگیر تھی کہ اسلام کے پودے کی جڑ مدینہ کی سرزمین میں انصارِ مدینہ کی آبیاری سے مضبوط ہوتی جا رہی ہے کوشش ہونی چاہیئے کہ تناور درخت بننے سے پہلے ہی اُس کی جڑ نکال دی جائے۔ اس طرح کے مشورے ہوتے تھے منصوبے باندھے جاتے تھے، سازشیں اور تیاریاں کی جا رہی تھیں

کہ اسی اثنا میں چند قدرتی اور ناگزیر اسباب کی بنا پر وہ مشہور ومعروف معرکہ پیش آگیا جو اسلامی تاریخ میں غزوۂ بدر کے نام سے موسوم ہے۔

دارالحرب کے ضعفاء

"یوم بدر" کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا ہے۔ کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر، اور موحدین و مشرکین کی راہیں بالکل جدا کر کے دکھلا دیا۔ یہ معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کا سنگ بنیاد اور حکومت الٰہیہ کی تاسیس کا دیباچہ تھا۔ **والذین کفروا بعضہم اولیاء بعض** کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف سورۂ انفال کے خاتمہ پر "**الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر**" کہہ کر توجہ دلائی تھی، اس کا صریح اقتضاء تھا کہ اس اسلامی برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو۔ جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ انفال کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر تسلط زندگی بسر کر رہے ہیں، دارالاسلام کے آزاد مسلمانوں پر ان کی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں "**ما لکم من ولایتہم من شیئ حتی یہاجروا**" ہاں حسب استطاعت ان کے لئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہیئے۔ اس

یہ نتیجہ نکلا کہ مرکزِ اسلام میں موالاۃ و اخوۃِ اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لئے دو صورتوں میں سے ایک ہونی چاہیئے۔ یا تمام عرب کے مسلمان ترکِ وطن کر کے مدینہ آجائیں، اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں۔ اور یا پھر آزاد مسلمان اپنی مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوۃ کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ یعنی سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا مقدس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جس کے دامن سے عالمگیر اسلامی قومیت کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہو سکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہو سکتی تھی۔ اور مرکزِ اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے پاک و صاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پوری طرح مامون و مطمئن ہو کر تمام دُنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔

غلبۂ اسلام

اسی اعلیٰ و پاک مقصد کے لئے مسلمانوں نے سنہ ۲ ہجری میں پہلا قدم میدانِ بدر کی طرف اٹھایا تھا۔ جو آخر کار سنہ ۸ھ میں مکہ معظمہ کی تطہیر اور فتح عظیم پر منتہی ہوا۔ جو فتنۂ اشاعت یا

حفاظتِ اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے۔ فتح مکہ نے ان کی جڑوں پر تیشہ لگایا۔ اور چند سال بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکزِ اسلام ہمیشہ کے واسطے کفر و شرک سے پاک ہو گیا۔ اور سارا عرب متحد ہو کر شخصِ واحد کی طرح تمام عالم میں نورِ ہدایت اور اسلام کا پیغامِ اخوۃ پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا۔ اور اس طرح پورا جزیرۃ العرب ساری دُنیا کے لئے ایک عظیم تر پاکستان بن گیا فللّٰہ الحمد علی ذالک۔

یہ ہے مختصر سی تاریخ اس امت کے پہلے دور کی۔

حضرت امام مالکؒ کا قولِ حکیمانہ

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس امت کا آخر بھی اُسی چیز سے درست ہو سکتا ہے جس سے اس کا اوّل درست ہوا تھا۔ آئیے اس حکیمانہ قول کی روشنی میں ہم امت کے اس پچھلے دور کا جائزہ لیں۔

کہنے کو آج ہم مسلمان دُنیا میں ستر کروڑ اور صرف ملکِ ہند میں تقریباً دس کروڑ ہیں۔ لیکن ہماری خود غرضی، نا اتفاقی، دشمنی، فش، اور افتراق و انتشار نے اس کثرتِ عدد کے باوجود ہم کو مفلوج، بے جان یا نیم جان کر کے چھوڑ دیا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی قوتِ ایمانی اور جذبۂ اسلامیت سے اگر موازنہ

کیا جائے تو شاید ہم ستّر کروڑ کا مجموعہ ان کے ستر افراد کے ہم وزن بھی نہ نکل سکے۔ ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے جس پر ہم نے صدیوں تک حکومت کی۔ اور جہاں ہم اب تک محمدؐ بن قاسم، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری وغیرہ کے ناموں پر فخر کرتے رہتے ہیں، آج ہماری حالت اس برّکوچک میں کیا ہے۔

ہم یہاں ہر طرح لٹے ہوئے اور پامال کئے ہوئے ہیں۔ کسی شعبۂ زندگی میں ہمارا اقتدار امتیاز باقی نہ رہا۔ اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساتھ ہمارے سیاسی اقتدار، تمدّنی اور اخلاقی نظام سب تباہ ہو گئے۔ نسلی، قبائلی، طبقاتی اور مذہبی تعصبات اور تنگ نظریوں نے ہماری قبائے قومیت کو تار تار کر دیا۔ "سامراج" کے علمبرداروں اور "رام راج" کے طلبگاروں نے مل کر ہمارے اجتماعی نظام کا شیرازہ بکھیر دیا۔ نہ مادی طاقت ہمارے ہاتھ میں رہی۔ نہ روحانی قوت کا ذخیرہ محفوظ رہ سکا۔ ہم اپنی جس گزشتہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں وہ ہی کیفیت پیدا ہو گئی کہ:-

تن ہمہ داغدار شد پنبہ کُجا کُجا نہم

ہندوستان کی جنگِ آزادی

ہنگامۂ ۱۸۵۷ء کے بعد ایسی بُری طرح ہم کو کچلا گیا کہ مدت تک

موت کی سی بے ہوشی سارے ملک پر طاری رہی۔ کچھ افاقہ ہوا تو چاروں طرف مایوسی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ مایوسی کے بعد حکومت کے سامنے چاپلوسی اور خوشامد کا دور آیا۔ پھر مدت کے دبے ہوئے جذبات کچھ ابھرنے شروع ہوئے یہاں کے حاکموں نے جب دیکھا کہ موت کی نیند سونے والے کچھ کروٹیں بدلنے اور جھرجھری لینے لگے ہیں، تو انھوں نے معروضات اور گذارشات پیش کرنے کا راستہ سجھا دیا۔ مبادا یہ تازہ حرکت اٹھتے ہوئے جذبات اور بیدار کن احساسات کے نکلنے کا کوئی دوسرا خطرناک راستہ اختیار کر لے۔ معروضات کی منزل سے گزر کر اوّل نرم پھر گرم لہجہ میں مطالبات کا آغاز ہوا، تا آنکہ پہلی جنگِ عظیم کے ختم ہونے پر مسلمانوں کے سامنے خلافتِ اسلامیہ کے زوال نے ایک نئی اور زوردار تحریک کھڑی کر دی۔ تحریکِ خلافت کا سیلاب اس جوش و خروش سے امنڈا، جس کی نظیر اس سے پہلے کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ ملک کا گوشہ گوشہ خلافت اور ترکِ موالات کے نعروں سے گونج اٹھا، یوں کہیے کہ سنہ ۵۷ء کے بعد سے اس قدر ہمہ گیر، شجاعانہ، گرمجوش اور بے پناہ مظاہرہ یہاں کے زمین و آسمان نے نہ دیکھا تھا۔

انڈین نیشنل کانگرس

مسلمانوں نے اس خالص اسلامی مقصد کی خاطر عظیم الشان جانی و مالی قربانیاں پیش کیں۔ قدرتی طور پر کچھ حالات اسی دوران میں ایسے پیش آگئے کہ ہمسایہ اقوام بھی ہمارے ساتھ رَل مل گئیں اور نام نہاد انڈین نیشنل کانگرس نے موقع غنیمت دیکھ کر اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی تحریک کو اپنا لیا کوئی ہوش مند، باخبر اور ذی انصاف آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں کی طرح امنڈتے ہوئے مسلمانی جوش و ایثار ہی نے اس وقت کانگرس کے قالب میں روحِ حیات پھونکی اور برطانوی قہرمانیت کا خوف و ہراس عام پبلک کے دلوں میں سے نکالا گیا۔ اب لوگوں کو جیل بلکہ پھانسیوں کا ڈر بھی خوف زدہ نہ کرتا تھا۔ بلکہ بڑی حد تک یہ چیزیں مفاخر میں شمار ہونے لگیں۔ یہ بہت بڑا فائدہ تھا جو اس تحریک سے ملک کو حاصل ہو گیا۔ یہ رَلی ملی سیاست بدون کسی تمیز و تمحیص کے کچھ عرصے تک چلتی رہی۔

شاطرانِ بساطِ حکومت بھی اس سے غافل کب ہو سکتے تھے۔ وہ بھی اس کے توڑ کے نئے نئے جال بچھاتے رہے بہادر مسلمانوں کی سادہ دلی اور عیار ہندو کی تنگ نظری

دربنا ذہنیت کو وہ خوب سمجھتے تھے۔ آخر کبھی شدھی کبھی سنگھٹن اور کبھی نہرو رپورٹ جیسی افتراق انگیز اور اشتعال آمیز تحریکات وتجاویز سے یہاں کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔ دریائے سیاست کا یہ جزر ومد برابر تھوڑے تھوڑے وقفے سے جاری رہا کیا۔ تاآنکہ ایکٹ ۳۵ء کے ماتحت انتخابات ۳۷ء کے بعد ہندوستانی وزارتیں بن گئیں۔ گویا ہندو کو اب موقع ہاتھ آگیا کہ اپنے صوبوں میں خود غرضی تنگ نظری اور اپنے اُن ناپاک خواہشات وعزائم کا زور وقوت سے مظاہرہ کرے جو ابھی تک ذرا مستور تھے۔ اور کبھی کبھی بطور نمونہ کے بھی بروئے کار آئے تھے۔

کانگرس وزارتیں

کانگرس کی ڈھائی سالہ وزارتوں میں جو دردناک، سفاکانہ اور وحشیانہ مظالم مسلمانوں پر کئے گئے۔ میں ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ کیونکہ وہ مدت سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ اور "ڈان" نیز "منشور" کے پچاس ساٹھ نمبروں میں مسلسل شائع کئے گئے ہیں۔

"واردھا اسکیم" اور "ودیا مندر اسکیم" کو آپ بھولے نہ ہوں گے۔ جن کی مذمت تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ

طور پر کی۔ مگر مسلمانوں کے دین و اخلاق کو نقصان پہنچانے اور ان کی تاریخ کو بھلا دینے والی یہ اسکیمیں سب مل کر بھی کانگریسی وزارتوں سے منسوخ نہ کرا سکے مسلمانوں نے آخر سمجھ لیا کہ جب ہندو کا نشۂ حکومت وزارتی اقتدار میں اس قدر تیز ہے، تو آزاد حکومت میں کیا کچھ نہ ہوگا انہوں نے طے کر لیا کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ پر از سرِ نو غور کیا جائے۔ اور اونچ ذات ہندو اکثریت کے بل بوتے پر پورے ملک میں جو اقتدار حاصل کرنا چاہتا ہے، اس سے آزاد رہنے کی کوئی تدبیر سوچی جائے۔

کیا کوئی حساس مسلمان اپنی خوشی سے یہ منظور کر سکتا ہے کہ دس کروڑ فرزندانِ اسلام انگریز کی جگہ ہندو کے غلام بن کر رہیں۔ یا انگریز و ہندو کی ڈبل غلامی کو ہمیشہ کے لئے قبول کر لیں۔

مسلم لیگ کا تاریخی فیصلہ

مسلمانوں کی سب سے بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ نے ان تمام خطرات و عواقب کا اندازہ لگا کر جو زمانہ ماضی کی رلی ملی سیاست سے پیدا ہو سکتے تھے آخر کار آپ کے اسی تاریخی شہر میں دو ٹوک فیصلہ کر لیا۔

کہ جس طرح ہندو، مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ان کی ریاست اور مرکز حکومت بھی اب الگ الگ رہنا چاہیئے۔ انھوں نے اپنے سب سے بڑے ہادی اور دُنیا کے سب سے بڑے مصلح اور خداوند قدوس کے سب سے بڑے پیغمبر کی سیرتِ طیبہ پر ایک نظر ڈالی جو ہم مختصراً اس خطبہ کے آغاز میں آپ کو سُنا چکے ہیں۔ اس کی صاف روشنی میں وہ سمجھ گئے کہ ہندوستان کے اس برّ کوچک میں سے ہم کو ایک ایسا خطّہ حاصل کر لینا چاہیئے۔ جو نسبتاً چھوٹا اور محدود ہی کیوں نہ ہو۔ مگر وہاں ہم پوری آزادی کے ساتھ آسمانی قانون کے موافق اپنے مذہب۔ اپنے علوم ومعارف، اپنی تاریخی روایات، قومی خصائص و تہذیب ومعاشرت کی حفاظت کر سکیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق و دستگیری سے اس بے مثال قانونِ عدل و حکمت کا کوئی چھوٹا سا نمونہ قائم کر کے دُنیا کو دکھلا دیں کہ قرآن کی حکومت جبر و استبداد اور ظلم و ستم کی حکومت نہیں بلکہ وہ تمام اقوام اور بندگانِ خُدا کے لئے انصاف، رواداری رحمت و رافت اور امن و سلام کا پیغام ہے۔

خوش نصیبی سے خود قدرت نے ہندوستان میں آبادی کی تقسیم ایسے نہج پر کر دی ہے کہ ہمارے لئے مروّجہ اصول

سیاست کے موافق ایسے خطہ کا حاصل ہو جانا ممکنات سے ہے۔ یعنی مسلم اکثریت والے صوبوں میں ایک ایسا مرکز قائم ہو سکتا ہے۔ جہاں آزادی حاصل ہونے پر مسلمان اپنے نیک عزائم اور قومی رجحانات کو فروغ دے سکتے ہیں۔ وہ ایک ایسی طاقت حاصل کر سکتے ہیں جو نہ صرف ان مسلم صوبوں میں ان کی آزادی کی ضامن ہو گی۔ بلکہ اپنی اُس اقلیت کے تحفظات کا بھی اچھا انتظام کر سکے گی۔ جو ہندو اکثریت والے والے صوبوں میں آباد رہے گی۔ اسی آزاد اسلامی خطہ کو آج پاکستان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حقیقتِ پاکستان

آغاز خطبہ میں میں نے مدینہ کے پاکستان کا ذکر کیا تھا، یہ تو جسارت اور بے ادبی ہو گی کہ کوئی شخص ہند کے اس پاکستان کو اس کے مماثل قرار دے۔ چہ نسبت خاک را بعالمِ پاک۔ ہاں جس طرح آپ ایک بوسیدہ بے حیثیت پھٹے پرانے کپڑے کا ذرا سا ٹکڑا یا ذرا سی کترن بزاز کی دکان پر بطور نمونہ پیش کر کے فرمائش کرتے ہیں کہ اس کپڑے کا ایک بڑا قیمتی تھان نکال دو۔ حالانکہ اس تھان اور اس کترن میں کچھ بھی نسبت نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ہم ایک ادنیٰ اور حقیر نمونہ کی حیثیت میں ہندی پاکستان کا تذکرہ کرتے

وقت اُس اعلیٰ مدنی پاکستان کا ذکر کرتے ہیں۔ آخر ہم اپنے تمام وظائفِ شرعیہ مثلاً نماز، حج وغیرہ کو اُسی وقت معتبر و مستند سمجھتے ہیں جب وہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں۔ تو کیا ایسا کہنے سے کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ ہماری نمازیں اور ہماری عبادتیں اسی درجہ اور اُسی مرتبہ کی ہوں گی جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کو حاصل تھا؟ ظاہر ہے کہ ہماری سینکڑوں برس کی عبادتیں بھی آپ کے ایک مرتبہ سبحان اللہ فرمانے کی برابر نہیں ہو سکتیں۔ لیکن موضع استدلال میں تو ہر چیز کے لئے قرآن و سنت کی سند ہی پیش کی جاتی ہے۔ بہر حال عامہ مسلمین نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ ہندوستان کے ایک حصہ کو پاکستان بنایا جائے۔ جو اسلامی ثقافت و دیانت اور سیاست و حکومت کا آزاد مرکز ہو۔

نظامِ پاکستان

پھر جس طرح رات کی تاریکی آہستہ آہستہ کم ہوتی اور دن کی روشنی بتدریج پھیلتی ہے۔ یا جس طرح ایک پرانا مریض دھیرے دھیرے صحت کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ دفعۃً و بغتۃً بیماری سے چنگا نہیں ہو جاتا، اسی طرح پاکستان ہماری قومی صحت اور ہماری مکمل ترین آزادی کے نصف النہار کی

طرف تدریجی قدم اٹھائے گا۔

آخر مدینہ کا اعلیٰ پاکستان بھی تو اپنے عظیم الشان مرتبہ کے موافق بتدریج ہی حدِ کمال کو پہنچا تھا۔ شروع میں مکہ سے خاص خاص صحابہؓ مدینہ تشریف لے گئے جنھوں نے سطح ہموار کی۔ آج ہندی پاکستان کے لئے بھی اکثر غیر پاکستانی مسلمان آکر مقامی برادرانِ اسلام کے تعاون سے اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ غیر پاکستانی بے شک ترکِ وطن کر کے نہیں آئے اور وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے قیام سے ہم کو براہِ راست وہ نفع نہیں پہنچے گا۔ جو پاکستانی مسلمانوں کو پہنچ سکتا ہے پھر بھی وہ اپنی قوم کے دو تہائی سے زیادہ افراد کی آزادی اور خوشحالی میں حائل ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ بڑے خلوص و شوق سے ان کی آزادی میں ساعی ہیں اور اس کے لئے تدبیریں اور دعائیں کرتے ہیں۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح مکہ کے مہاجرین کرام آخر مکہ کے مستضعفین کو وہیں چھوڑ کر اور اللہ کے سپرد کر کے چلے آئے تھے۔ اور اپنے معابد وغیرہ کو بھی ساتھ نہ لے جا سکے تھے۔

پاکستان کی حدود

آپ لوگ بھی ہم سے تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر کے مکمل آزادی حاصل کر لیں، کیا بعید ہے کہ جیسے مدینہ کا پاکستان انجام کار فتح مکہ پر منتہی ہوا۔ اور سارے جزیرۃ العرب کو اس نے پاکستان بنا دیا۔ اسی طرح یہ ہندی پاکستان بھی اللہ کے فضل رحمت سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔ بلکہ ممکن ہے کہ پاکستان کے طرز حکومت اور اس کے منصفانہ وفیاضانہ رویہ کو دیکھ کر خود ہندوستان یہ خواہش کرنے لگے کہ ہمارے ہاں بھی اسی پاکستانی نوع کی حکومت قائم ہو جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

یہاں تک میں نے پاکستان کی ضرورت یا اس کے استحسان پر مختصراً کلام کیا ہے۔ اب میں وہ چند شبہات مع جوابات ذکر کرنا چاہتا ہوں جو پاکستانی اسکیم پر مختلف حیثیات سے کئے گئے ہیں۔ تاکہ یہ بحث بالکل تشنہ نہ رہ جائے

اس سلسلے میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کے مسئلہ کا اطمینان بخش حل کیا پاکستانی تجویز کے سوا کسی دوسرے طریق سے نہیں ہو سکتا۔ "منشور" کی ایک قریبی اشاعت میں اس کے فاضل مدیر نے بہت ہی سلیس اور معقول انداز میں اس پر بحث کی ہے۔ جس کا

اقتباس یہاں درج کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ عام فہم اور سلجھے ہوئے الفاظ اس کی تفہیم کے لئے مجھے نہیں مل سکے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔

آل انڈیا یونین کا فریب

کہا جاتا ہے کہ کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حق خود ارادیت حاصل ہوگا۔ اور نیز یہ بھی کہ جو صوبے چاہیں وہ آل انڈیا یونین سے الگ ہو جائیں۔ ظاہر ہے کہ ان ہی صوبوں سے مسلم لیگ پاکستان بنانا چاہتی ہے۔ جب ان کا حق خود ارادیت تسلیم کر لیا گیا اور یہ بھی کہ جب یہ چاہیں تو الگ ہو جائیں۔ پھر اب اس اصرار کی کیا ضرورت ہے کہ پاکستان کو ایک جداگانہ آزاد اور خود مختار اسٹیٹ کی حیثیت سے اسی وقت تسلیم کیا جائے۔ مسلم لیگ یہ کیوں نہیں کرتی کہ اب کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر ہندوستان کو برطانوی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے جد و جہد کرے۔ اور جب ہندوستان آزاد ہو جائے تو مسلم اکثریت کے خود اختیار صوبوں کو آل انڈیا یونین سے الگ کر لے۔ اگر مسلم لیگ کو یہ خوف ہے کہ اس وقت ہندو مسلم اکثریت کے صوبوں کو الگ نہیں ہونے دیں گے اور وہ ہندوؤں کو اتنا طاقتور سمجھتی ہے کہ

وہ ایسا کر سکیں گے، تو پھر اگر اس وقت پاکستان کا ایک جُداگانہ حکومت کی حیثیت سے اعلان بھی ہو جائے۔ تو ہندوستان سے انگریزوں کے جانے کے بعد مسلمان پاکستان کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ مسلم لیگ کے اس اصرار پر کہ اسی وقت پاکستان کے اصول کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا جائے۔ اور کانگرس کے ساتھ اشتراکِ عمل نہ کرنے سے مخالفین پاکستان کو یہ بدگمانی ہے کہ مسلم لیگ پاکستان اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں تیسری طاقت یعنی حکومت برطانیہ کے تسلط کے بقا کی خواہش کرے گی۔

کانگریس نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حیثیت سے کامل حقِ خود ارادیت ہوگا۔ اور اگر وہ چاہیں تو تمام ہندوستان کی مرکزی یونین سے علیحدگی کا بھی۔ اس کے معنی کیا ہوئے۔ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہندوستان میں پہلے یونین یا فیڈریشن کے ماتحت حکومت قائم ہوگی۔ اختیار حکومت برطانیہ سے اسی یونین کو منتقل ہوگا۔ یعنی مجموعی طور پر پورے ہندوستان کو کامل یا زیر سایہ حکومت برطانیہ آزادی حاصل ہوگی۔ اس یونین کے ماتحت مسلم اکثریت کے صوبوں کو داخلی حق خود ارادیت حاصل ہوگا۔ بالکل اسی طرح جیسے برطانوی نوآبادیات آسٹریلیا نیوزیلینڈ

کنیڈا۔ اور جنوبی افریقہ کو دولت مشترکہ برطانیہ کے اندر داخلی آزادی حاصل ہے اور آئین ویسٹ منسٹر کی رو سے برطانوی سلطنت سے علیحدگی کا حق بھی لازماً اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ مسلم اکثریت کے صوبے کچھ عرصہ آل انڈیا یونین کے اندر رہ کر تجربہ کریں کہ آیا وہ آزادی کے ساتھ اور مرکز کی مداخلت کے بغیر اپنے معاملات سرانجام دے سکتے ہیں یا نہیں۔

مسلم اکثریت کے صوبوں کی قوت

جب یہ ثابت ہو کہ مرکزی مداخلت مسلمانوں کو ان کی منشا کے مطابق حکومت نہیں کرنے دیتی تب وہ مطالبہ کریں کہ ہم مرکزی وفاق سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔ اس وقت صورتِ حال کیا ہوگی۔ یہ کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کی علیحدگی کے حق کے نفاذ کی منظوری، اور نفاذ مرکزی فیڈرل گورنمنٹ کے اختیار میں ہوگا۔ اور اس مرکز کے پاس فوج ہوگی۔ مسلم اکثریت کے صوبوں کے پاس جو داخلی طور پر خود اختیار ہوں گے۔ فوج نہیں ہوگی۔ یہ فیڈرل گورنمنٹ مسلم اکثریت کے صوبوں کی ان وجوہ کو غلط قرار دے کر جن کی بنا پر وہ علیحدگی چاہیں گے۔ اپنی عسکری قوت کے دباؤ سے مسلم اکثریت کے صوبوں کا یہ مطالبہ مسترد کر دے گی۔

اور اگر وہ اس پر اصرار کریں گے تو فوج کے ذریعے ان کی سرکوبی کی جائے گی۔

کیا ہم آئے دن یہ نہیں سنتے رہتے کہ کینیڈا کامل آزادی چاہتا ہے۔ اور نیوزیلینڈ کامل آزادی چاہتا ہے۔ مگر انھیں یہ آزادی ویسٹ منسٹر اسٹیچوٹ کے باوجود حاصل نہیں ہوتی، برطانوی حکومت کے بیڑوں اور فوج کا مقابلہ کرنے کی ان میں سے کسی میں طاقت نہیں ہے۔ اور یہ سب مل کر متحدہ محاذ قائم کریں۔ اس کی کوئی سبیل نہیں ہے لہذا لٹکے ہوئے ہیں یہ ہی حالت مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہو گی۔

برادران وطن کی قربانی کی حقیقت

کانگریس نہیں کہتی، مسٹر گاندھی نہیں کہتے۔ اس کا کوئی ہندو لیڈر دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ اسلحہ سے جنگ کر کے انگریزوں سے ہندوستان کا اختیار حکومت چھیننا چاہتے ہیں چاہتے ہیں۔ کانگریس کی تمام جدوجہد اور تحریک ایک قسم کا آئینی ایجی ٹیشن ہے سول نا متابعت بھی اس سے زیادہ نہیں کانگریس کی ہر تحریک برطانیہ کی خدمت میں معروضات سے شروع ہوتی ہے۔ لہجہ گرم ہوتا ہے۔ یہ نہیں تسلیم ہے۔ مگر وہ ہوتا ہے معروضہ ہی۔ اور ہر تحریک کا انجام بھی معروضات

ہی پر ہوتا ہے۔ کوئٹ انڈیا یعنی تخلیۂ ہند کا رزولیوشن بھی مطالبہ ہی تھا۔ جو بات سخت لہجہ میں کہی جائے، وہ مطالبہ جو نرم لہجے میں کہی جائے۔ وہ معروضہ ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ جاپان کی قوت کے بھروسہ پر تھا۔ کانگریسی حکومت برطانیہ سے اختیار مانگتے ہوئے جیل گئے اور اختیار مانگتے ہوئے جیل سے نکلے۔ ان کا یہ تنزل البتہ ساری دنیا نے دیکھا ہے کہ تخلیۂ ہند کا مطالبہ کرتے ہوئے گئے اور عارضی حکومت کے لئے انھوں نے شملے میں لارڈ ویول کے قدموں پر سر رکھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انگریزوں کو ہندوستان سے بزور دفع کرنے کا ارادہ ہے اور نہ اس کا سامان ہے۔ لہذا ہندوستان کو کامل یا نیم آزادی اگر ملنے والی ہے تو وہ انگریزوں کے دینے سے ملے گی اور انگریز ہی یہ اختیار اور آزادی کچھ ہندوستانیوں کے ایجی ٹیشن سے پریشان ہو کر، کچھ بین الاقوامی سیاسی حالات اور بین الاقوامی رائے عامہ سے متاثر ہو کر دیں گے۔ اگر یہ ہوتا کہ فوجیں بھرتی ہو رہی ہوتیں اسلحہ اور سامان حرب کا انتظام ہوتا اور انگریزوں سے کھلے میدان جنگ کر کے ہندوستان کی آزادی حاصل کی جاتی تو بلا شبہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ وہ اپنے حقوق اور مفاد کے متعلق پہلے ہندوؤں سے کوئی سمجھوتہ یا پاکستان کا اصول تسلیم کرنے کا مطالبہ کرتے، وہ تو

زیادہ سے زیادہ فوجوں کی تنظیم کرتے۔ زیادہ تعداد میں اور بہتر مسلم فوجیں اس کی ضمانت ہوتیں کہ ہندوستان میں مسلمان آزادانہ ہوں گے اور ہندوان کے ساتھ ناانصافی نہیں کرسکیں گے

معروضات ومطالبات

جب صورتِ حال یہ ہے کہ ہندوستان کو جو کچھ ملنے والا ہے وہ برطانوی پارلیمنٹ کے قانون سے ملے گا۔ تو مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ ہندو اکثریت کو اس کا موقع دیں کہ ہندوستان کی خدمت کا اختیار و اقتدار اس کے حق میں منتقل ہو۔ اور پھر مسلمانوں کو اس ہندو اکثریت سے معروضات کرنے پڑیں۔ اس کے خلاف ایجی ٹیشن کرنا پڑے۔ اور ہندو اکثریت مسلمانوں کے ساتھ اسی طرح پیش آئے جس طرح برطانیہ ہندوستانیوں کے ساتھ پیش آرہی ہے۔ اس کون وجہ ہے کہ مسلمان یہ مطالبہ نہ کریں کہ پہلے ہندوستان کی تقسیم اور آزاد و خودمختار پاکستان کا اصول تسلیم کیا جائے اور جب برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کو اختیار حکومت منتقل ہو تو ہندوستان کے دونوں علاقوں میں بیک وقت انتظامی عدالتی اور دفاع و تحفظ کے نظامات قائم ہوں۔ اس صورت میں ہندوؤں کی کیا مجال ہے کہ پاکستان کی آزادی سلب کرنے کا خیال بھی دل میں لائیں ہندوستانی انگریزوں سے کیوں آزادی حاصل نہیں کرسکتے

کیا اس کے سوا کوئی دوسری وجہ ہے کہ انگریزوں کے پاس طاقت اور فوج ہے۔ ہندوستانیوں کے پاس نہیں ہے۔ اور برطانیہ کی طاقتور فوج کی موجودگی میں ہندوستانیوں کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی فوج بھرتی کریں اور اس کی تنظیم کریں مسلم لیگ یہ حماقت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ پہلے آل انڈیا یونین کو جس میں ہندوؤں کی اکثریت ہوگی۔ ہندوستان کا اختیار حکومت دلا دے۔ اس کی فوجیں مرتب کرا دے اور اس کے مقابلے میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی وہی حیثیت کر دے جو برطانیہ کے مقابلہ میں تمام ہندوستان کی ہے۔ آزادی کی حفاظت فوج اور اسلحہ جنگ سے ہوتی ہے۔ تعلّیوں اور شیخیوں سے نہیں ہوتی۔

پاکستانی تجویز پر ایک دوست کے کچھ شبہات

اب آخر میں بطور تتمیم فائدہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے ایک مخلص دوست کی وہ تحریر بلفظہٖ نقل کر دوں جو اس نے بہار سے مجھے لکھی تھی اور جس میں اکثر پیش آنے والے شبہات کو مختصر پیرایہ میں سمیٹ لیا گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

مسلمانوں کے موجودہ تشتت و افتراق کو دیکھ کر سخت تذبذب ہے کہ ہم لوگوں کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیئے۔ مسلمانوں کو جمعیۃ علماء اسلام اور لیگ کی تجویز کے مطابق مطالبہ

پاکستان کا ساتھ دینا چاہیئے یا جمعیۃ علمائے قدیم کی متحدہ پالیسی کو لبیک کہنا چاہیئے۔ اس وقت مسلمانوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں۔ ایک متحدہ حکومت دوسرے پاکستان۔ جہاں تک ہم لوگوں نے غور و فکر کیا۔ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے کئی نقصانات ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

پاکستان کی صورت میں مسلم اقلیت والے صوبے اکثریت والے صوبوں سے کٹ کر نہایت خطرناک اقلیت میں ہو جائیں گے ہندو رام راج کے منصوبے گانٹھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ بہار و مدراس وغیرہ کے مسلمانوں کی مذہبی آزادی کو بتدریج سلب کر لیں گے۔ اور ہندوستان میں رام راج کا بول بالا ہوگا۔ تین کروڑ مسلمانوں کی مذہبی موت ہوگی۔ پانچ کروڑ مسلمانوں کے مفاد کے لئے تین کروڑ مسلمانوں کو اس طرح کفار کے حوالے کر دینا شرعاً جائز نہ ہوگا۔ ہجرت وغیرہ کی تجویز مہمل اور ناممکن العمل ہے۔ تین کروڑ مسلمانوں کی کھپت کہیں نہ ہو سکے گی۔ ہجرت کا ایک دفعہ تلخ تجربہ بھی ہندوستانی مسلمانوں کو ہو چکا ہے۔ جو عبرت کے لئے کافی ہے۔ ارباب لیگ کا یہ کہنا کہ "اگر مسلم اقلیت پر ظلم ہوگا۔ تو مسلم اکثریت کے صوبوں میں ہندوؤں سے اس کا بدلہ لیں گے" محض طفلانہ بات ہے جو عقل و شرع کے خلاف ہے۔ مدبرین کو تو ایسی باتیں بھول کر بھی نہ کرنی چاہئیں۔ اگر اکثریت والے

صوبوں میں قرآنی حکومت ہو جاتی۔ تو بھی خیر غنیمت تھا۔ مگر ہندوؤں
کی اقلیت ایسی نہیں جیسی مسلمانوں کی ہے۔ بلکہ بعض بعض صوبوں
میں ان کی تعداد تقریباً مساوی ہے۔ لہذا ان کے مساویانہ حقوق
ہوں گے۔ ان کی مساوی نشستیں اور ملازمتیں ہوں گی۔ تو اس
طریق حکومت کو حکومتِ اسلامیہ کیونکر کہا جا سکتا ہے، علاوہ
بریں پاکستان ابھی تو یقیناً زیر سایۂ برطانیہ ہو گا۔ پھر کافر کی
سرپرستی میں قرآنی حکومت کا قیام چہ معنی دارد۔ یہ بات سمجھ
میں نہیں آتی۔ غرض پاکستان کی صورت میں پنجاب و بنگال
وغیرہ میں قرآنی حکومت تو نہیں ہو گی۔ مگر سی۔ پی و مدراس
میں رام راج ضرور ہو کر رہے گا۔ اور وہاں کے ہندو شعائر
اسلامیہ کو پامال کریں گے۔ اور مسلمانوں پر بدترین غلامی مسلط
ہو جائے گی۔ معدنی اشیاء زیادہ تر ہندوستانی خطوں میں پائی
جاتی ہیں۔ پاکستانی علاقوں میں بہت کم ہیں۔ اور یہ ہی علاقے
زراعتی و صنعتی اعتبار سے ممتاز ہیں۔ لہذا پاکستان کے
مسلمان اقتصادی اعتبار سے دن بدن کمزور ہوتے جائینگے
کیونکہ ہندوستان سے ان کو سروکار ہی نہیں ہو گا۔ پاکستان
ہو جانے پر سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ انگریزوں کا قدم
ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں جم جائے گا۔ تاریخ شاہد ہے
کہ تفریق و باہمی نزاع ہی نے ہندوستان میں انگریزوں کو

پھلنے اور پنپنے کا موقع دیا ہے۔ پاکستان کی بنیاد ہی تفریق و تقسیم پہ ہے۔ برٹش مہاراج کو ہندوؤں اور مسلمانوں کو لڑانے کا اچھا موقع مل جائے گا۔ اور ہمیشہ در پردہ شکار کھیلا جائے گا۔ دونوں قوموں میں تصادم ہوتا رہے گا۔ عصبیت لازماً پیدا ہوگی۔ نہ کبھی یہ لوگ متحد ہوں گے۔ نہ ہندوستان کی مکمل آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔ بلکہ چند سال کے بعد ہندوستانیوں کو نااہل ٹھیرا کر ان کی آزادی چھین لی جائے گی۔ ہندوستان بدستور غلام رہ جائے گا۔ ممالک اسلامیہ بھی برطانیہ کے پنجۂ استبداد سے نہ نکل سکیں گے۔ حالانکہ آزادی خواہ مسلمانوں کا مطمحِ نظر صرف ہندوستان ہی کی آزادی نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام کی آزادی مدِ نظر ہے۔

برما کی تفریق مؤیدین پاکستان کی عبرت کے لئے کافی ہے کہ برمیوں نے وطنی عصبیت پیدا ہو جانے پر ہندوستانیوں کے ساتھ کیسا برا سلوک کیا۔ پاکستانی حکومت کا زمامِ اختیار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا۔ جو دین و مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے جن لوگوں نے اسمبلی جا کر سول میرج ایکٹ اور اس جیسے دوسرے لعنتی قوانین کو مسلمانوں پر مسلط کیا۔ اگر پاکستانی علاقوں کے ایسے نام نہاد مسلمان ایسے ہی خلاف شرع قوانین کا نفاذ کرتے رہے تو اس پاکستان سے اسلام اور مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔

کانگریس کی مجوزہ متحدہ حکومت کی صورت میں گو من حیث المجموع مسلمان اقلیت میں ہوں گے۔ مگر ایسی خطرناک اقلیت نہ ہوگی۔ جیسی پاکستان کی صورت میں صوبہ جات سی۔ پی و مدراس وغیرہ میں ہو جاتی ہے۔ پھر مسلمانوں کی حیثیت فریق کی ہوگی۔ محکوم کی نہ ہوگی۔ اپنے حقوق کا تحفظ کر سکیں گے۔ جمعیۃ علمائے ہند کا مطالبہ تو یہ ہے کہ مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی نشستیں مساوی کر دی جائیں۔ یعنی ۴۵ فی صدی ہندو ۴۵ فی صدی مسلم اور ۱۰ فی صدی دیگر اقوام اس صورت میں مسلمانوں کی اکثریت والے صوبوں میں مسلمانوں کا اقتدار بھی ہو جاتا ہے۔ اور من حیث المجموع مسلمانوں کے محکوم ہونے کا خطرہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ بتدریج مکمل آزادی کے لئے بھی راستہ صاف نظر آتا ہے۔ ممالکِ اسلامیہ بھی برطانیہ کے دستبرد سے نجات پا سکیں گے۔ اگر یہ شبہ ہو کہ اچھوت وغیرہ مل ملا کر پھر مرکز میں ہندوؤں کی اکثریت رہے گی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اچھوت اور سکھ ہندوؤں سے قریب تر ہیں۔ تو پارسی اور عیسائی اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں سے زیادہ مانوس ہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر مسلمان بھی ان اقوام کو اپنانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔

دریافت طلب یہ ہے کہ جمعیۃ علماء جدید اور لیگ اگر

واقعی آزادی خواہ جماعتیں ہیں تو جمعیۃ علماء ہند کی اس زریں تجویز کا کیوں ساتھ نہیں دیتیں۔

نمبر۲ کیا اگر کانگریس جمعیۃ علماء کی ۴۵ فی صدی والی تجویز کو منظور کر لے اور اس کا باضابطہ اعلان ہو جائے تو لیگ اور جدید جمعیۃ اس کا ساتھ دے گی یا نہیں۔

نمبر۳ کیا لیگ ہائی کمانڈر نے جمعیۃ علماء اسلام کے ساتھ اس قسم کا کوئی معاہدہ کیا ہے کہ شرعی امور میں علماء کی طرف رجوع کریں گے؟

نمبر۴ اگر کوئی معاہدہ اس قسم کا نہ کیا ہے تو اس کی کیا ضمانت ہے؟ کہ الیکشن کے بعد لیگ ہائی کمانڈر جمعیۃ علماء اسلام سے اسی طرح منحرف نہ ہو جائے گی جس طرح ۳۶ء کے بعد جمعیۃ علماء قدیم کے ساتھ نقض عہد کیا؟

اگر اربابِ لیگ نے جمعیۃ علماء اسلام سے کوئی اس قسم کا معاہدہ کر لیا ہے تو اس کا باضابطہ اعلان ہونا چاہیئے ممکن ہے کہ اس اعلان کے بعد قدیم و جدید جمعیتوں میں اختلاف باقی نہ رہے اور دونوں ایک ہی مرکز پر آجائیں۔

ہمارا جواب

اس تحریر کا جواب میری طرف سے حسب ذیل لکھا گیا ہے

پاکستانی صوبوں کے اعداد و شمار

پاکستانی تجویز اور جمعیۃ العلماء کے فارمولے کا فرق سمجھنے کے لئے اولاً یہ ملحوظ ہے کہ ہر مسلم لیگ اکثریت والے صوبہ کا پاکستان علیحدہ نہیں بنے گا۔ بلکہ پانچ چھ صوبوں کا ایک ہی پاکستان ہوگا اس لئے پاکستان پر بحث کرتے وقت ہر صوبے کے جداگانہ اعداد و شمار اور ان کی اکثریت و اقلیت کی بحث بیکار رہتی ہے۔ اب یہ سمجھئے کہ صحیح تحقیق کے موافق پاکستانی صوبوں میں مجموعی تعداد مسلمانوں کی سات کروڑ بیس لاکھ ہے۔ ہم تنزلاً سات کروڑ ہی فرض کئے لیتے ہیں اور غیر مسلم آبادی پاکستان میں ڈھائی اور تین کروڑ کے درمیان ہے۔ اس کو بڑھا کر پورے تین کروڑ مان لیجئے۔ پس مجموعی حیثیت سے مسلم اور غیر مسلم میں سات اور تین کی نسبت ہوئی۔ گویا ستر فی صدی مسلمان اور تیس فی صدی غیر مسلم اور اگر اس قسم کے حسن ظن سے کام لیا جائے جو جمعیتی فارمولا کی تقدیر پر آپ نے استعمال کیا ہے۔ تو

کیا بعید ہے کہ عیسائی بوجہ اہل کتاب ہونے اور سکھ بوجہ موحّد ہونے کے اور اچھوت ہندو دھرم کے مقابلہ میں اسلامی مساوات ورواداری نیز پاکستان میں مسلم غلبہ کو دیکھ کر ہماری طرف آجائیں۔ ادھر آدھی باسی قوم کے کروڑوں افراد اسلام سے قریب تر اور پاکستان کے حامی ہونے کی بناء مشرقی حصّۂ پاکستان میں شامل ہو جائیں۔ پھر تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ بہرحال میں سیاسی معاملات میں اس طرح کی خیال آرائیوں کو چھوڑ کر تمام غیر مسلم قوموں کا "الکفر ملۃ واحدۃ" کے مطابق ایک ہی بلاک فرض کئے لیتا ہوں۔ تب بھی ستر مسلم اور تیس غیر مسلم فی صدی کا تناسب رہے گا۔ درآں حالیکہ آپ کے بیان کردہ جمعیتی فارمولا کے مطابق سارے ہندوستان کی مرکزی حکومت میں ۴۵ مسلم اور ۵۵ غیر مسلم رہتے ہیں۔

یہ چیز عجائب دہر میں سے ہے کہ ہم ستر فی صدی رہتے ہوئے تو خسارہ میں رہتے ہیں اور جب ۴۵ فی صدی ہو جائیں تو فلاح وکامرانی کے خزانوں کی گویا سب کنجیاں ہمارے ہاتھ میں آجاتی ہیں۔ نیز ہماری صوبجاتی قلیل اکثریت جو آپ کے نزدیک غیر مؤثر اور ناقابل اعتماد ہے متحدہ حکومت کی صورت میں کس طرح مؤثر بن جائے جب کہ اوپر مرکز میں

بھی ہم اقلیت میں ہوں گے۔ اگر مسلم صوبجات میں وہ اکثریت سلبیہ اثر ہی رہی تو صوبوں کی آزادی کا مطلب جمعیتی فارمولا کی بنا پر کیا ہوا۔ کیا کوئی عاقل اسے باور کر سکتا ہے کہ ہماری صوبجاتی تھوڑی سی اکثریت اُس وقت تو کارآمد نہیں جب کہ اس کے مرکز حکومت میں ہم ستر فی صدی ہوں لیکن جب وہ اکثریت ایک ایسے مرکز کے ماتحت آجائے جہاں ہم پینتالیس فی صدی رہ جاتے ہیں تو وہ نہایت محفوظ اور کارآمد ہو جاتی ہے۔ پھر اس پینتالیس فی صدی کو کو بھی اس خطرہ سے مامون نہ سمجھیے کہ بہت سے مسلمان اُس وقت بھی ایسے نکل سکتے ہیں جو محض اپنی ذاتی اغراض و مفادات کی خاطر ہندوؤں کی دولت، تنظیم، اور اکثریتی حاکمانہ تفوق سے مرعوب و متأثر ہو کر ادھر چلے جائیں جب کہ بحالت راہنہ ہندو حکومت کے فقدان کے باوجود ایسا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی حیثیت

رہا یہ سوال کہ قیام پاکستان کی صورت میں اُن دو ڈھائی کروڑ مسلمانوں کا کیا بنے گا جو ہندو اکثریت کے ماتحت رہیں گے۔ تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح ہم کو اپنی اس اقلیت کی فکر ہے۔ ہندوؤں کو تین کروڑ ہندو اقلیت

کے تحفظ کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ جو پاکستان میں آباد ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ تحفظ اقلیت کے اس دو طرفہ احساس اور پورے ملک کے مشترک دفاعی مسائل کی فکر ہی قدرتی طور پر وہ بنیاد ثابت ہوگی جس پر مضبوط معاہداتی سسٹم کے ماتحت دونوں قوموں کے عملی اتحاد و اشتراک کی عمارت قائم کی جائے گی۔ اور باہمی تعاون سے مشترک فوائد حاصل کرنے اور مشترک مضار کو دور کرنے کے راستے نکلتے چلے آئیں گے۔ پاکستان میں ہم غیر مسلم اقلیتوں کو جس قسم کی مراعات کھلے دل سے دیں گے۔ ہم توقع رکھیں گے کہ اسی قسم کی مراعات ہندوستان میں ہمارے مسلم بھائیوں کو ملیں۔ ہم پاکستان کا تحفظ اس لئے کر رہے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ کا بہ ہیئت مجموعی اس میں فائدہ ہے پاکستان پر ہندوستانی مسلمانوں کا اتنا ہی حق ہے جتنا ہمارا ہے۔ کیونکہ وہ ہماری ملّی جائے پناہ اور ان کا اخلاقی سہارا ہوگا۔

پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا راستہ

ہمارا ہندوستان سے کٹ جانا ہندی مسلمانوں سے کٹ جانے کے مترادف نہیں سمجھنا چاہئے۔ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کے راستہ میں جغرافیائی حدود بندی

کوئی شے نہیں۔ جنوبی افریقہ کا مسلمان اور بحرِ منجمد شمالی کا مسلمان ملّتِ اسلامیہ کے محکم و استوار رشتہ میں منسلک ہونے کی وجہ سے ایک ہی جسم کے دو حصّے ہیں۔ اس لئے ہم میں اور ہندی مسلمانوں میں کوئی بُعد نہیں ہوگا۔ کوئی چیز ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوگی۔ ہم اپنے ہندو معترضین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے عزائم غاصبانہ نہیں پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم اپنے ملک کی خوشحالی اور مصیبت میں برابر کے شریک اور حصّہ دار ہوں گے۔ مسلمان جو اکثریت میں ہوں گے انشاء اللہ اپنے عمل سے ثابت کر دکھائیں گے کہ طاقت اور قوت ان کے دماغ میں نخوت اور غرور نہیں، بلکہ خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ وہ انڈین نیشنل کانگرس نہیں کہ اقلیتوں کے جذبات سے اغماض کریں اور ان کے حقوق پامال کر ڈالیں۔ وہ اپنے حقوق کی طرح برادرانِ وطن کے حقوق کی محافظت کرینگے اس لئے کہ ان کا مذہب انھیں اس امر کی تعلیم دیتا ہے، اور ان کی گزشتہ تاریخ ان کی اس قومی خصوصیت کی تفسیر ہے۔"

اچھا اسے چھوڑیئے۔ اکھنڈ ہندوستان کی صورت میں ملک کی ۱/۴ مسلم اقلیت کا تحفظ کس طرح ہوتا ہے۔

اور کس طرح آئندہ ہوگا۔ اقلیت بہر حال اقلیت ہے۔ مرکزِ حکومت ایک ہو یا دو۔ ملکی حکومت ہو یا اجنبی۔ اقلیت کو اکثریت کے برابر کر دینا تو کسی کی قدرت میں نہیں۔ اب اگر دس کروڑ میں سے سات کروڑ مسلمان ہی رام راج کی تیاری کرنے والے ہندوؤں کی گرفت سے آزاد اور محفوظ ہو جائیں تو کیا یہ کوئی فائدہ کی چیز نہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی قربانی

آپ کو معلوم ہوگا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو مکہ کے معابد کو اپنے ساتھ اٹھا کر نہیں لے گئے۔ اور بے کس و بے بس مستضعفین کو بھی وہیں چھوڑنا پڑا۔ جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ	اور ان کے واسطے جو مغلوب
الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَ	ہیں۔ مرد اور عورتیں اور
الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ	بچے جو کہتے ہیں اے رب
رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ	ہمارے نکال ہم کو اس
الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ	بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں
اجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا	کے لوگ۔ اور کر دے
وَّاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ	ہمارے واسطے اپنے

نَصِیرًا ۔ پاس سے کوئی حمایتی۔ اور
کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار!

کفارِ مکہ ان ہی بعض مستضعفین کو بجبر و اکراہ میدانِ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ پر بھی کھینچ لائے تھے۔ تو کیا ان تصورات و امکانات کی موجودگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو پاکستان بنانے کا خیال ترک فرما دیا تھا۔ ہاں ہوا تو یہ ہوا کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے تمام غیر مہاجر مسلمانوں کے متعلق صاف اعلان کر دیا کہ

والذین اٰمنوا ولم	اور جو ایمان لائے اور گھر
یہاجروا ما لکم من	نہیں چھوڑا۔ تم کو ان کی رفاقت
ولایتہم من شیٔ حتیٰ	سے کچھ کام نہیں۔ جب تک
یہاجروا وان استنصرو	وہ گھر چھوڑ آئیں۔ اور اگر
کم فی الدین فعلیکم	وہ تم سے مدد چاہیں دین
النصر الا علیٰ قوم	میں تو تم کو لازم ہے مدد
بینکم وبینہم میثاق۔	کرنی۔ مگر مقابلہ میں ان لوگوں

کے کہ ان میں اور تم میں عہد ہو۔

دار الحرب سے ہجرت

آخر یہ مسئلہ تو اب بھی فقہاء کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر دار الحرب میں کفار ارکانِ دین کے ادا کرنے سے روک دیں

اور چارۂ کار باقی نہ رہے تو ایسے ملک سے ہجرت کرنا
بشروطہا واجب ہے۔ فرض کیجئے ایسی صورت آج کسی ملک
میں پیش آجائے تو ہجرت کرنے والے مسلمان کیا اپنے
معابد و معاہد کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ یا غیر
مستطیع مستضعفین کی وجہ سے ہجرت ترک کرنا ضروری
سمجھیں گے؟ میں بتلانا چاہتا ہوں کہ ایسے صورت حالا
میں علماء امت نے وجوب ہجرت کا حکم دیتے ہوئے آخ
ان مسائل کا حل کیا سوچا۔ کیا یہ ہی کہ ان سب کو اللہ ک
سپرد کر کے چلے جائیں یا کچھ اور ——؟

پھر یہاں نہ تو سر دست ہجرت کا سوال ہے نہ ک
کروڑ مسلمانوں کا عدد ایسا ہے کہ بالکلیہ بے دست و
ہو کر بیٹھ رہے۔ خصوصاً اس حالت میں جب کہ ان ک
پڑوس میں مسلمانوں کا طاقتور پاکستان بھی موجود ہ
اور اس کو ان کی امداد و تحفظ کا پورا خیال بھی ہو۔ ا
پاکستانی خط دوسری آزاد اسلامی ممالک سے متصل
واقع ہوا ہو۔ خدا جانے لوگ ہندو قوم سے اس ق
خائف کیوں ہیں کہ کسی نے اس کی اکثریت کی غلامی س
نکلنے کا نام لیا اور وہ سمجھے کہ بس ہمارا خاتمہ ہوا۔
ایک مرتبہ کم از کم پاکستانی نظریہ کا تجربہ کر کے تو دیکھ

اگر ناکام رہے گا تو بھی یہ موقع تو ہر وقت حاصل ہے کہ پھر اپنے کو ہندو اکثریت کی غلامی کے سپرد کر دیں۔

اصل یہ ہے کہ ابھی تک آزاد اور طاقتور پاکستان کا تصور ہی ان کے ذہن میں نہیں۔ ورنہ اس طرح کے رکیک شبہات وارد نہ کرتے۔

اب رہی پاکستان کی مادی و اقتصادی وسائل کی بحث اور اس میں معدنیات وغیرہ کی قلت کا سوال۔ اس کا مختصر جواب خود مسٹر جناح ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ کے نمائندہ کو اپنے ایک بیان میں دے چکے ہیں۔ سر سپرو کمیٹی کے دو ارکان سر ہومی مودی اور ڈاکٹر جان متھائی نے جو یادداشت پیش کی تھی اس میں بھی پاکستان کے اقتصادی پہلو کا کچھ حل بتلایا گیا ہے۔

پاکستان کی اقتصادیات

بعض مسلمان ماہرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت جو رقم پاکستان اپنے مصارف کے لئے مرکزی حکومت سے وصول کرتا ہے۔ ان سے کہیں زیادہ وہ مرکزی خزانہ میں داخل کرتا ہے۔ تو گویا مجموعی حیثیت سے ہم خسارہ میں رہتے ہیں۔ جب پاکستان علیحدہ ہوگا تو دولت کی وہ نہر جو گنگا جمنا کے میدانوں کو سیراب کرتی ہے پاکستان،

میدانوں کو گلزار بنانے میں صرف ہو گی۔

اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سندھ اور بلوچستان کے صوبہ جات میں مٹی کے تیل کے چشمے برآمد ہوئے ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہاں سے اتنا تیل دستیاب ہو سکے گا جو کل ہندوستان اور پاکستان کے لئے کفایت کرے گا۔ علاوہ ازیں پاکستان کی زمین ہندوستان کی زمین سے زیادہ زرخیز ہے۔ اور اس میں ہر قسم کی پیداوار ہو سکتی ہے۔ بلوچستان کا ساحل (مکران کا علاقہ) مچھلیوں کے لئے مشہور ہے۔ اس صنعت کو بھی فروغ دیا جا سکتا ہے۔ جنگلات اور ان سے متعلقہ صنعتوں کو بھی ترقی دی جا سکتی ہے۔ یہ ذرائع آمدنی گو سر دست ہمارے لئے بالکل بیکار ہیں۔ لیکن ذرا سے اقتصادی شعور اور تدبیر سے ریگزار کو باغِ عدن بنایا جا سکتا ہے۔ گراں بار طرز حکومت اور ملازمین کے گرانقدر مشاہروں میں تخفیف کی جا سکتی ہے۔ ہمارے معدنی ذرائع بھی امید افزا ہیں۔ شمالی مغربی علاقہ میں کوئلے کی کمی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کمی کا تعلق ہے ہمارے دریاؤں نے ہمیں اس سے بے نیاز کر دیا ہے۔ دریا تمام کے تمام برفانی پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ اور اپنے راستے میں جا بجا آبشار بناتے ہیں۔ جن سے بجلی کی بے پناہ قوت حاصل

کی جا سکتی ہے۔ جو آج کل ہائیڈرو الیکٹرک کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قسم کے دوسرے پاور ہاؤس قائم ہو جانے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بجلی کتنی وافر مقدار میں پیدا کی جا سکتی ہے اور ہم کس حد تک کوئلہ سے بے نیاز ہو سکتے ہیں کوئلے سے بے نیاز کرنے کے لئے مٹی کا تیل اور پٹرول بھی ہمارا معاون ہو گا۔ اور ان سب اشیاء کے استعمال سے معدنی، صنعتی اور زرعی پیداوار کو آسانی اور کامیابی کے ساتھ بڑھایا جا سکتا ہے۔ اب اگر ایسا نہیں ہو رہا تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ جن ہاتھوں میں پاکستان کی قسمت ہے وہ مخلص اور دیانتدار نہیں اور وہ دل سے پاکستان کو اپنا دست نگر اور محتاج بنانے کے خواہاں ہیں۔

پاکستانی صوبوں کی زرخیزی

ہم معترضین کی چشم بصیرت وا کرنے کے لئے پنجاب کے سابق فنانشل کمشنر مسٹر ایچ کیلورٹ کی مشہور تصنیف "پنجاب کی دولت و فراغت" سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کرتے ہیں۔

آل انڈیا فیڈریشن کا جزو بننے سے پنجاب پر اقتصادی موت طاری ہو جائے گی۔ اور اس کی تمام تر ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہو گی جو غیر پنجابی ہوں گے

مگر جو مرکز میں براجمان ہو کر مرکز کے مفاد کے لحاظ سے پنجاب کا خون شیر مادر کی طرح پی جائیں گے۔ وفاقی دستور کے ماتحت تقسیم دولت کے جملہ وسائل اغیار کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ ریلوے — ڈاک اور تار — بری اور بحری ذرائع رسل و رسائل تمام کے تمام صوبائی خود مختاری کے حلقۂ اختیار سے باہر ہوں گے۔ حتیٰ کہ پنجاب کی پیداوار کے لئے منڈیاں تلاش کرنا اور ان کو مناسب قیمتوں پر فروخت کرنا اور اس قسم کے دوسرے اہم کام ان کے سپرد ہوں گے جنہیں پنجاب سے کوئی ہمدردی نہیں ہوگی۔ نرخوں کا تعین خارجی اثرات سے انجام پذیر ہوگا اور درآمد و برآمد کے سلسلے میں پالیسی سراسر مرکزی حکومت کی ہوگی۔ پنجاب کے لئے سب سے زیادہ خطرناک چیز بمبئی کے کارخانہ داروں کا وہ مہلک اثر ہے جس کے باعث وہ مرکزی حکومت کو محصولات کا لالچ دے کر تحفظ صنعت پر آمادہ کر لیتے ہیں۔ اس کے بہادر اور تنومند باشندے — بمبئی کے فریب کار اور خود غرض تاجروں کے سامنے مجبور محض ہوں گے۔ جن کی ہوس رانیوں نے پہلے ہی ہندوستان بھر کے مفاد کو خطرے میں ڈال رکھا ہے۔ پنجاب فیڈریشن میں اقلیت کی حیثیت سے شامل ہوگا

اور فیڈریشن کے ناخداؤں کو اس کی ترقی اور تنزل سے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ اور اگر پنجاب اپنی گزشتہ روایات کا تحفظ اور اقتصادی آبرو کی بقا چاہتا ہے تو اسے ضرور اکثریت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور وہ اکثریت دوسرے ہمسایہ زرعی صوبوں کو اپنے ساتھ ملانے سے ہو سکتی ہے۔

مرکزی حکومت جب اپنے ذرائع آمدنی بڑھانے کے لئے اور بمبئی کے تاجروں کی صنعت کو فروغ دینے کی خاطر بیرونی اشیاء کی درآمد پر بھاری محصولات لگائیگی تو غیر ممالک بھی ہندوستان کی برآمد پر جواباً اسی قسم کی پابندی عائد کریں گے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان کی برآمد میں نمایاں کمی ہو جائے گی۔ اور چونکہ ہندوستان کی برآمد کا بیشتر حصہ خام اشیاء پر مشتمل ہے جو زیادہ تر پنجاب، سندھ وغیرہ جیسے زرعی صوبے مہیا کرتے ہیں۔ اس لئے بائیکاٹ کی زد سیدھی ان صوبوں کی ۸۰ فیصدی آبادی پر پڑے گی۔ جن کا روزگار ان خام اشیاء کی پیداوار پر منحصر ہے۔ اور اغلب ہے کہ ان صوبوں کے جفاکش کسان تنگ دستی اور فلاکت کے مرض میں مبتلا ہو کر راہئ ملک بقا ہوں اور ان کی سرسبز اور لہلہاتی کھیتیاں ہمیشہ کے لئے خزاں کی نذر ہو جائیں۔

برما نے علیحدہ ہو کر اپنا مستقبل محفوظ کر لیا ہے اب زرعی صوبہ جات کے لئے اپنی یقینی بربادی سے بچنے کی واحد صورت یہی ہے کہ وہ صنعتی صوبہ جات سے علیحدہ ہو کر اپنی جداگانہ فیڈریشن قائم کریں۔

اگر پنجاب، سرحد، بلوچستان۔ اور سندھ اور وہ ریاستیں جو این۔ ڈبلیو۔ آر (شمال مغربی ریلوے) سے ملحق ہیں۔ اپنی علیحدہ فیڈریشن قائم کر سکنے میں، کامیاب ہو جائیں تو وہ ان خطرناک نتائج۔ سے بچ سکتے ہیں جو لازمی طور پر انھیں مرکزی حکومت کی تجارتی حکمتِ عملی کے طفیل میں بھگتنے پڑیں گے۔”

ابھی چند روز ہوئے ایک مضمون پاکستان کی اقتصادی وسیاسی پوزیشن کے عنوان سے جناب بابو رام شرما نے شائع کرایا ہے۔ جو معلومات سے لبریز ہے۔ اس کا اقتباس بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے صوبوں کی معدنیات

کسی ملک کی اقتصادی حالت کا جائزہ لینے کے لئے بنیادی طور پر تین چیزیں سامنے ہوتی ہیں۔ اول اس ملک کی

آبادی۔ دوسرے معدنیات۔ تیسرے زرعی پیداوار۔ آبادی کے لحاظ سے شمال مغربی پاکستان کی آبادی تقریباً ۳½ کروڑ اور شمال مشرقی پاکستان کی آبادی ۳½ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ جو یورپ کے سب سے بڑے ملک روس کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ممالک سے زیادہ ہے یعنی سات کروڑ کی آبادی یورپ کے کسی ملک کی بھی نہیں ہے۔ اور غالباً یورپی رشیا (RUSSIA) کی بھی اتنی نہیں ہے۔ اس لئے آبادی کے لحاظ سے پاکستان ایک بہت بڑا طاقتور ملک ہے۔ اس کے باشندے نہایت خوبصورت، لانبے، مضبوط اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی موجودہ فوج میں ساٹھ فی صدی آبادی اسی خطۂ پاکستان سے لی جاتی ہے۔ اس کی آبادی قدرتی طور پہ سپاہی ہے۔ اور اس سات کروڑ آبادی میں سے تقریباً دو کروڑ فوج تیار رہ سکتی ہے معدنیات کے لحاظ سے ہمالیہ پہاڑ کا بیشتر حصہ پاکستان میں سے گزرتا ہے۔ جو ریسرچ کرنے پر معدنیات سے بھرپور ہے۔ نمک (کھیوڑہ) اور مٹی کا تیل (اٹک) پنجاب میں کافی مقدار میں موجود ہے۔ اور سیمنٹ کے لئے بھی یہاں بہت بڑا وسیع میدان ہے۔ کوئلہ کی کمی مشرقی

بنگال سے پوری کی جا سکتی ہے۔ جہاں ہائیڈرو الیکٹرک پاورز دنیا کی بہت بڑی الیکٹرک پاورز میں سے ایک ہے جس سے نیشنل لائن پر بہت بڑا کام لیا جا سکتا ہے۔ جو پاکستانی باشندوں کے لئے بہت بڑی خوش حالی کا باعث بن سکتی ہے۔ عمارتی لکڑی پنجاب میں ضرورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے معدنیات کے اعتبار سے پاکستان کا علاقہ کچھ کم زرخیز نہیں ہے۔ زرعی اعتبار سے پاکستان دنیا کا بہترین خطہ ہے۔ پاکستان آج بھی دنیا کا بہت بڑا گندم پیدا کرنے والا ملک ہے حالانکہ ابھی سائنٹیفک طور اور ریشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا کوئی انتظام نہیں۔ اگر سائنٹیفک اور ریشنل طریقہ پر گندم کی کاشت کا انتظام کر لیا جائے اور اس کے خشک علاقوں میں آبپاشی کا انتظام ہو جائے تو یقیناً پاکستان دنیا میں سب سے زیادہ گندم پیدا کرنے والا ملک ہو سکتا ہے۔

ہماری صنعت وتجارت

کشمیر اور بلوچستان کے خشک اور تر میوہ جات پاکستان کی آبادی کی صحت اور خوش حالی کے لئے بہت معاون ہو سکتے ہیں۔ نیز کشمیر کی جڑی بوٹیوں (MEDICINAL PLANTS) سے بہت

HYDERABAD-500025

زیادہ مالی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ کشمیری اون ہاتھ کی دستکاری کو آرگنائز کر لیا جائے تو سو کے کثیر پیدا مال کیا جا سکتا ہے۔ دودھ، گھی اور مکھن کے لئے مویشی انسانی زندگی کی جان ہیں۔ اور یہ بات ہر شخص پر عیاں ہے کہ پنجاب کے پاکستانی علاقہ میں بہترین مویشی پالے جاتے ہیں۔ اس علاقے کی گائے بھینس اور بکری بہت زیادہ دودھ دیتی ہیں۔ اونٹ اور بیل زراعتی کاموں میں بہت مضبوط اور کارآمد ہیں۔ اور سچ پوچھئے تو گھوڑا جو سواری کے لئے بہترین جانور ہے۔ ملتان اور سندھ کے سوائے ہندوستان میں اور کہیں ہوتا ہی نہیں۔ کسی ملک کا محل وقوع بھی اس کی ترقی میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی ملک وحشی ملک کا ہمسایہ ہے تو اس کے لئے ترقی کے موقعے بہت کم ہیں۔ اگر سمندر نہ لگتا ہو اور اندرونی نقل و حرکت کے ذرائع موجود نہ ہوں تو وہ ملک تجارتی لحاظ سے ترقی یافتہ نہیں ہو سکتا۔ آئیے شمالی مغربی پاکستان کا محلِ وقوع دیکھئے۔ ایک طرف افغانستان اور روس۔ دوسری جانب ایران۔ اور ایک طرف بحیرۂ عرب واقع ہے۔ افغانستان کے ساتھ اناج کے بدلے میں پھل اور میوے لئے جا سکتے ہیں۔ اور مشرقی

مقبوضات بھی اپنی ضروریات کے مطابق پورا اناج پیدا
کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ اس لئے روس (RUSSIA) سے اناج
کے مقابلہ میں مشینری لی جا سکتی ہے۔ روس، افغانستان
ایران اور افریقہ سے براہِ راست تعلق ہے۔ کراچی جو
کمرشل اور فوجی نقطۂ نگاہ سے ہندوستان کی واحد بندرگاہ
تصوّر کی جاتی ہے۔ پاکستان میں واقع ہے۔ جس سے گندم
اور کپاس برآمد ہوتی ہے۔ سودیشی نقطۂ نگاہ سے بمبئی
کی بندرگاہ جو بدیشی مال درآمد (IMPORT) کرکے ملک کو اقتصادی
لوٹ کا شکار بناتی ہے۔ بالکل ناکارہ ہے۔ اندرونی نقل و
حرکت کے لئے پاکستان میں ریل کا جال بچھا ہوا ہے۔ نیز
دریاؤں سے کامیاب طور پر تجارتی نقل و حرکت کی جا سکتی
ہے۔ پاکستانی خطہ میں نہ صرف بڑے بڑے دریا بہتے ہیں۔
بلکہ ہندوستان کو سیراب کرنے والے دریا گنگا اور جمنا
بھی اسی پاکستان کی سرزمین سے نکلتے ہیں۔ اگر ان کے منبع پر
سائنٹیفک طریق سے کام لے کر گنگا اور جمنا کا پانی ستلج اور
بیاس میں منتقل کر دیا جائے۔ تو پاکستان کا کونہ کونہ سیراب
ہو سکتا ہے۔ دریاؤں کے رُخ بدلنے کا کامیاب تجربہ
امریکہ میں ہو چکا ہے۔ پانامہ نہر کے بناتے وقت ایک دریا کا
پانی کئی سالوں دوسرے راستے سے خارج کیا گیا تھا

اب شمال مشرقی پاکستان کو لیجئے۔ اس میں کوئلہ بہ افراط ملتا ہے۔ بلکہ ہندوستان کی آج تمام ضروریات بنگال کے کوئلے سے پوری ہو رہی ہیں۔ بنگال اپنی ضروریات سے کہیں زیادہ چاول پیدا کرتا ہے۔ اور پٹ سن اس کی خاص انڈسٹری ہے۔ اگر اسے نیشنل لائن پر چلایا جائے تو تمام مشرقی پاکستان محض پٹ سن کے علاقے سے مالا مال ہو سکتا ہے۔ اس سرزمین کو بھی بڑے بڑے دریا سیراب کرتے ہیں۔ جو تجارتی نقل و حرکت کے لئے بھی بہت مفید ہیں۔

پاکستان کی بندرگاہیں اور باہر کی دنیا

کلکتہ ہندوستان کی سب سے اہم بندرگاہ ہے۔ اور اس کی کھاڑی بنگال کے جہازوں کے لئے محفوظ ترین بندرگاہ ہے۔ جو پاکستان کی ایک بہت بڑی بحری قوت بننے میں مدد دے سکتی ہے۔ اور اس سے پٹ سن کے مصنوعات اور چاول وغیرہ کی برآمد آسٹریلیا، ملایا اور سنگاپور کو کی جا سکتی ہے۔ اور ادھر سے سماٹرا، جاوا جو آبادی کے لحاظ سے پاکستان ہی ہیں۔ ان کے مسالحہ جات براستہ کلکتہ درآمد کر کے ہندوستان میں برآمد کئے جا سکتے ہیں اور مچھلی بھی اندرونی ہند میں برآمد کی جا سکتی ہے۔ سب سے

معرکہ کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کی دو طرفہ سرحد پاکستان کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے چین، روس، تبت، افغانستان کو براہِ راست پاکستان سے معاہدات کرنے ہوں گے۔ اور ان عہد ناموں کی موجودگی پاکستان کو بین الاقوامی طور پر ایک بہت اہم ملک بنا دیتی ہے۔ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں میں اپنے بھائیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جو بیان کی گئی ہیں۔ اگر ان کا بغور مطالعہ کیا جائے، تو ایک غیر جانبدار آدمی یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتا ہے کہ پاکستان اقتصادی معدنی اور زرعی طور پر ہندوستان سے کہیں زیادہ بہتر پوزیشن میں ہوگا۔ اور شاید ہندوؤں کے دل میں یہی جذبہ کام کر رہا ہے۔ پاکستان کی علیحدگی سے ان کی اپنی اقتصادی پوزیشن کو بہت نقصان پہنچے گا۔ اور اس جذبے کے اظہار کو وہ پاکستان کی ملی، اقتصادی اور سیاسی نقصان سے تعبیر کرتے ہیں۔

برادرانِ وطن کی گھبراہٹ

ابھی حال ہی میں ایک مسلمان اخبار نے پاکستان کے متعلق ہندو کے اقتصادی نقطۂ نظر کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔ ہندو سوچتا ہے کہ بھارت ورش کے ساتھ

ملایا، جاوا، برما، چین، جاپان اور آسٹریلیا کی تمام تجارت کلکتہ کی بندرگاہ سے ہوتی ہے۔ بنگال میں پاکستان بن گیا۔ تو یہ سب تجارت گئی۔ عرب، ایران اور عراق کی تجارت کا ذریعہ کراچی ہے۔ ایران اور موصل کا تیل کراچی کے قریب ہے۔ اور برما کا تیل کلکتہ کے قریب ہے۔ اگر بنگال و سندھ میں پاکستان بن گیا۔ تو یہ سب تجارتیں بھی گئیں۔ عراق۔ ایران، اور برما کے تیل کی کمپنیاں پاکستانیوں کے ہاتھ آسکتی ہیں۔ س صورت میں ہندو کا کیا بنے گا۔

ہندو سوچتا ہے کہ کشمیر کے میوے گئے، کابل کے سردے گئے۔ چمن کے انگور گئے۔ افغانستان کے خشک میووں کی تجارت گئی۔ بنگال کا چاول اور جوٹ گیا۔ پنجاب کی اجناس گئیں۔ برما عراق اور ایران اپنے تیل کے لئے اپنی ہمسایہ پاکستانی بندرگاہوں (کراچی۔ کلکتہ) کو ترجیح دیں گے۔ تیل بھی ہوگا۔ ہندوستان میں کسی بھی دوسری جگہ تیل نہیں ہے۔ ان دردناک حالات میں ہندوؤں کا کیا بنے گا۔

" اچھا ان سب باتوں کو سامنے رکھئے۔ پھر کیا ہوئی قوم اپنے موجودہ اقتصادی وسائل کی قلت پر

نظر کر کے غلامی کی ذلت کو آزادی کی زندگی پر ترجیح دی گئی؟ آپ سرحدی آزاد قبائل کا حال نہیں دیکھتے کہ وہ اتنی بڑی قاہر سلطنت کے مقابلہ میں باوجود انتہائی بے سروسامانی کے کب سے اپنی آزادی کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

انگریز کی غلامی

اگر آپ کی سب حجتیں صحیح مان لی جائیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہندوستان کے مسلمان کو کبھی اور کسی جگہ ایسا ارادہ اور نیت ہی نہ کرنی چاہیئے کہ وہ ہندو اکثریت کے زیر نگین رہنے اور ان سے حقوق تحفظات کی بھیک مانگنے سے انکار کرے۔ آپ نے یہ بھی خوب کہی کہ پاکستان ماننے کی صورت میں انگریز کی دائمی غلامی سب پر مسلط رہے گی۔ کیا آپ نے پڑھا نہیں کہ بار بار قائدین لیگ اعلان کر رہے ہیں کہ آج کانگریس مسلمانوں کا یہ منصفانہ اور صحیح مطالبہ تسلیم کر لے تو کل صبح کا آفتاب طلوع ہونے سے پہلے دونوں قومیں کامل تعاون اور وحدت عمل کے ساتھ آزادی کی جنگ دوش بدوش ہو کر لڑیں گی۔ بلکہ مسلمان اس میں پیش پیش رہیں گے اب اگر ہندوؤں کا یہ دلی منشا ہی نہ ہو کہ ملک کو اجنبی غلامی

آزاد کرائے۔ بلکہ یہ ہی مقصد ہو کہ مسلمانوں کو دائماً اپنی اکثریت کا محکوم رکھے تو وہ ہی آزادی ملک کے راستے میں سنگِ راہ بنے گا۔ اور مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور رہوں گے مطالبۂ پاکستان کا انکار کر کے انگریز کو یہ توقع تو خود ہندو دے رہا ہے کہ وہ ہم کو باہم ٹکراتا اور لڑاتا رہے۔ دونوں قوموں کی بہ یک وقت آزادی تسلیم کر لینے سے تو آپس کے سب جھگڑے مٹ جائیں گے اور دونوں ایک دوسرے کے احساسات کی قدر کرنا سیکھیں گے۔

بیشک انگریزی حکومت باختیار خود اپنے مفاد کو ترک نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر حکومت ہندوستانیوں کو لّو بناتی ہے تو وہ خود اُلّو کیوں بنتے ہیں۔ ان کو لازم ہے کہ بیجا تعصبات اور تنگ نظریوں سے بالاتر ہو کر فراخ لی کے ساتھ معاملہ کرنا سیکھیں۔ اور ایک دوسرے کے صحیح اور جائز احساسات کی رعایت اور قدر کرے اور یر ملکی حکومت کے جال میں نہ پھنسے۔

پاکستان کا قانون

یہ کہنا حیرت انگیز ہے کہ پاکستان کی حکومت ایسے

لوگوں کے ہاتھ میں آنے کی جو دین و مذہب سے دور کا
واسطہ بھی نہیں رکھتے۔ اور اپنی حکومت میں سول میرج
جیسے قوانین بنا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ پاکستانی
حکومت اپنے ہاتھوں میں جانے ہی کیوں دیتے ہیں
یہ قصور تو آپ کا ہے۔ آج اگر تمام علماء و زعماء مل کر
لیگ میں آجائیں [illegible] صحیح [illegible] العقیدہ
مسلمانوں کو اس کا [illegible] اکثریت آپ کی ہو گی۔
آپ ہر طرح کی اصلاحات جمہور کی طاقت کو ساتھ لے کر
کر سکیں گے اور [illegible] اصلاح ہونے کی آخر میں پر فاسد
عناصر کو نکال باہر کریں گے۔ بہرحال اس مشکل کا
واحد حل یہ ہے۔ ورنہ کیا ہندو اکثریت کی حکومت آپ
یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ ہمارے دین و مذہب کے
تحفظ کی ضامن و کفیل ہو گی۔ اگر کلمہ پڑھنے والوں
سے آپ اپنی مذہبی بات نہیں منوا سکتے تو کٹے ہوئے
کافروں سے کس طرح تسلیم کرائیں گے۔

کانگریسی وزارتوں کے زمانے میں جو دردناک مظالم
ہوئے۔ انھیں چھوڑ کر کیا واردھا اسکیم ہی آپ کانگریس
سے منسوخ کرا سکے ہیں کامیاب ہو گئے۔ جس کی پر زور مذمت
تمام مسلم جماعتوں نے متفقہ طور سے کی۔

جمعیۃ العلمائے ہند کا فارمولا

کیا جمعیۃ العلماء کا موجودہ فارمولا ہی کانگریس اور دوسری اقوام متعلقہ سے منظور کرا لیا ہے۔ یا محض ہوا پر قلعہ تعمیر کیا جا رہا ہے۔ پہلے جمعیۃ العلماء ہند کا فارمولا کانگریس وغیرہ سے تسلیم کرائیے۔ تب دوسری مسلمان جماعتوں سے دریافت کیجئے کہ تم اسے تسلیم کرتے ہو یا نہیں۔ عجیب بات ہے کہ کانگریس میں دوسری اقوام غالبہ کی شرکت کے لئے تو ہم کو معاہدہ کی ضرورت نہیں مگر مسلم لیگ میں شریک ہونے یا اس کی تائید کرنے کے لئے جس کا دروازہ تمام مسلمانوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ پہلے معاہدہ کی ضرورت ہے۔ گویا مشرکین کی بات پر تو ہم اعتماد کر سکتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ کسی درجہ میں بھی حسن ظن باقی نہیں رکھ سکتے۔ مسلم لیگ کے شائع شدہ دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ مسلمانوں کے تمام تمام شرعی معاملات میں سنیوں کے علماء اور شیعوں کے مجتہدین کی رایوں کو معتبر رکھا جائے گا۔ پھر سب وعدے اور اعلانات کی پابندی کرانا کسی طاقت ہی سے ممکن ہے مسلم لیگ میں جمہور اہل اسلام کی طاقت کو ساتھ لے کر وعدے وفا کرانے کا ہر وقت موقع ہے۔ کانگریس میں

کبھی یہ امکان ہی نہیں۔ بجز اس کے کہ اکثریت اپنے لطف و کرم سے ہم کو بھی زندہ رہنے کا حق عنایت فرما دے۔ کیا اس قدر واضح اور کھلی ہوئی حقائق کی موجودگی میں کوئی مسلمان بشرط سلامتی ہوش و حواس یہ گمان کر سکتا ہے کہ چند منفرد و منتشر مسلمانوں کا کانگریس میں شریک ہو کر مسلم لیگ کے خلاف محاذ بنانا صحیح ہو گا۔ بار بار سوچئے اور فہم و دیانت سے کام لیجئے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ صحیح حقیقت سب کے دلوں پر منکشف فرما دے۔ اور جو موقع حسن اتفاق سے کلمہ گویوں کی تنظیم کا کفار مجاہرین کے مقابلہ پر اس وقت اللہ کی رحمت سے ہاتھ آ گیا ہے۔ وہ ضائع نہ جائے۔ سب مسلمان یک دل و یک زبان ہو کر اپنا متفقہ مطالبہ حکومت اور کانگریس دونوں کے سامنے رکھیں تو کس کی مجال ہے کہ دس کروڑ فرزندان توحید کی پُر قوت و پُر ہیبت آواز کو یوں ہی بے اعتنائی سے ٹھکرا دے۔ اور اگر ایسا ہو بھی تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اسے ٹھکرانے کے بعد وہ دنیا میں چین سے بیٹھ کر حکومت کرتے رہیں گے

جمہور مسلمانوں کا مطالبہ

یاد رکھیے مسلمان اب بیدار ہو چکا ہے۔ اس نے اپنی منزل مقصود معلوم کر لی ہے۔ اور اپنا نصب العین خوب

سمجھ لیا ہے۔ وہ اس رستے میں جان و مال نثار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ خوش قسمتی سے بہت سے علماء امت اور اکثر مشائخ طریقت نے مذہبی نقطۂ نظر سے پاکستان کی حمایت و تائید کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور وہ اپنے پیروؤں کو برابر تلقین کر رہے ہیں کہ پاکستان اور مسلم لیگ کو کامیاب بنانے کی انتہائی سعی کریں اور کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لائیں۔ کیونکہ اس وقت یہ مسلمانانِ ہند کی موت و حیات کا مسئلہ ہے۔ اب ہم مضمون پاکستان کو چودھری رحمت علی صاحب کے الفاظ پر ختم کرتے ہیں جو ترکی کی شہرۂ آفاق خاتون خالدہ ادیب خانم کی کتاب "درونِ ہند" سے ماخوذ ہیں۔ انھوں نے اسلامی ہند کی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے پاکستان نیشنل تحریک پر ایک باب باندھا ہے اور اس سلسلہ میں چودھری صاحب سے پیرس اور لندن میں دو دفعہ ملاقات کی ہے۔ اور پاکستان کا باب انھی ملاقاتوں کا نتیجہ ہے۔ اس باب میں سے ہم چند سطور ذیل میں درج کرتے ہیں۔ "ہماری تجویز ایک آزاد اور علیحدہ پاکستان کا تصور ہے جو شمال کے پانچ صوبوں پر مشتمل ہے اور جس کا سیاسی درجہ دیگر مہذب اقوام کے برابر ہو گا۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ حل دونوں قوموں (پاکستان کے مسلمان اور

ہندوستان کے ہندوؤں کے لئے آبرومندانہ زندگی کا تحفظ
کرے گا۔ اور دونوں کو برطانوی شاہنشاہیت کا آلۂ
کار بننے سے بچائے گا۔ ہم مسلمانوں کا ہندو اکثریت میں مدغم
ہوجانا سیاسی موت کے مترادف ہوگا۔"

ملی خودکشی کے معنی؟

"کیا تاریخ عالم میں ایسی ایک بھی مثال ملتی ہے کہ ایک
قوم نے ہمسایہ قوم کے اتحاد کے لئے ملی خودکشی کی ہو۔
شکست ایک بری چیز ہے۔ لیکن بغیر مقابلہ کے ہتھیار ڈال دینا
گناہ عظیم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ برطانوی راج اور ہندو
وطن پرستی اپنی مخصوص مصالح کی خاطر ہم سے متحدہ ہندوستان
کے نام پر قومی خودکشی کی توقع رکھتی ہے۔ لیکن ایسا ہونا
قبیل محالات سے ہے۔ ہندوستان کو متحد کرنا علیحدہ بات
ہے۔ لیکن پاکستان کو غصب کرنا اور بات۔ یہ ہم کبھی گوارا
نہیں کرسکتے...... ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم کشمکش حیات میں
چند در چند مصائب میں مبتلا ہیں۔ لیکن یہ درخشاں حقیقت
ہم فراموش نہیں کرسکتے کہ ہمارے آباؤاجداد نے اس
سرزمین میں ان سے کہیں زیادہ عظیم الشان مصائب کا
جوانمردی اور کامیابی سے مقابلہ کیا تھا۔ ہمارا مستقبل پاکستان
سے وابستہ ہے۔ اور ہم اسے زندگی اور موت کا سوال سمجھتے ہیں

ہمارا عقیدہ ہے کہ تقدیر نے ہمیں پاکستان کے تحفظ کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور یہ چیز آئندہ نسلوں کو ورثہ میں ملے گی امروز شاید ہمارا مذاق اڑائے۔ لیکن ہماری آنکھیں صبح فردا کے اس دلفریب خندہ کا نظارہ کر رہی ہیں جس کے پردے سے ہماری کامرانیوں کا نیرِ طلوع ہوگا۔ اس صبح امید منیر تک ہم نومیدیوں کی شبِ تار کو اپنی قربانیوں کے نور سے روشن رکھیں گے اور اسلام کے سچے فرزندوں کی طرح ہر مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرینگے۔ دیگر اقوام عالم کی طرح ہمارے سامنے بھی خدمت خلق کا معین مقصد ہے اور وہ اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے کہ ہم پاکستانی روح کو منزہ اور محفوظ رکھیں۔ اندریں حالات اگر ہم قومیت متحدہ ہندیہ کے برخود غلط اور خطرناک نظریہ کے لئے اپنے ہی قتل نامہ پر دستخط ثبت کر دیں تو یہ آئندہ نسلوں سے غداری اپنی تاریخ سے صریح ظلم اور انسانیت کے خلاف گناہ عظیم ہوگا۔

پاکستان کا نظامِ حکومت

اب آپ نے سمجھ لیا کہ پاکستان کیا ہے۔ اگر یہ پاکستان بن گیا تو وہاں نظام حکومت کس قسم کا ہوگا۔ اس کے متعلق ہم سردست بدون تفصیلات میں جائے انھی اعلانات پر

اکتفا کرتے ہیں جو آل انڈیا مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح اس کے جنرل سکرٹری نوابزادہ لیاقت علی خاں اور اس کی مجلس عمل کے صدر نواب محمد اسمعیل خاں صاحب وقتاً فوقتاً کرتے رہے ہیں کہ سرزمین پاکستان میں قرآن کریم کے سیاسی اصول کی بنیادوں پر اسلام کی حکومت عادلہ قائم ہوگی جس میں تمام اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ بلکہ فیاضانہ برتاؤ کیا جائے گا ذمہ داران لیگ کے اعلانات پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اس قدر وضاحت کرنے کی اجازت دی جائے کہ یہ اعلیٰ اور پاک نصب العین ممکن ہے بتدریج حاصل ہو۔ تاہم ہر دوسرا قدم جو اٹھایا جائیگا۔ انشاء اللہ پہلے قدم سے زیادہ مسلم قوم کو اس محبوب نصب العین سے قریب تر کرے گا۔ ہاں اس موقعہ پر میں یہ کہنے کی جرأت کروں گا کہ پاکستان بنانے والوں کے لئے بہت ضروری ہے کہ وہ پہلے خود پاک بنیں۔ بلاشبہ پاکی کے درجات ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی درجہ ادنیٰ ترین مسلمانوں کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ کفر و شرک کی نجاست سے وہ بہرحال پاک ہوتا ہے۔ مگر بانیان پاکستان کے لئے بہت ہی ادنیٰ مرتبہ پاکی کفایت نہیں کرسکتی لازم ہے کہ پاکستان قائم ہونے سے پہلے وہ زیادہ سے زیادہ پاکیزگی اپنے اخلاق۔ اعمال خیالات اور جذبات میں پیدا کریں۔ میں نے میرٹھ کانفرنس کے خطبہ صدارت

میں اس پر ذرا تفصیل کے ساتھ متوجہ کیا ہے۔ اور آج پھر کہتا ہوں کہ حقیقی معنی میں پاکستان بنانے والی قوم کے لئے ضرورت ہے کہ وہ خود پاکیزہ اخلاق و اطوار کا نمونہ بنے اور اسی کے ساتھ تحصیل پاکستان کے ذرائع و وسائل مہیا کرنے میں انتھک جد و جہد سے کام لے۔ وہ ذرائع و وسائل کیا ہیں۔ اس کی تفصیلات تو حالات کے اقتضا سے وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہیں گی۔ فی الحال تو ہماری تمام تر مساعی اس نقطہ پر مرکوز ہونی چاہیئے کہ ایک طرف حکومت اور دوسری جانب ہندوستان میں بسنے والی قوموں پر یہ ثابت کر دیں کہ یہاں جمہور مسلمانوں نے آخری طور پر فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم پاکستان لے کر رہیں گے جس کا ثبوت پیش کرنا صرف مسلمان ووٹرز کے قومی احساس اور فرض شناسی پر منحصر ہے۔

مسلم لیگ کی درخشاں کامیابی

الحمد للہ والمنۃ کہ سنٹرل اسمبلی کے انتخابات میں انہوں نے بہت ہی صاف طور پر اس کا ثبوت پیش کر دیا۔ اب دوسرا مرحلہ شروع ہے۔ اور محض تائید ربانی سے آثار ایسے پیدا ہیں کہ اس مرحلہ پر بھی ہمارا یہ دعویٰ جھوٹا ثابت نہ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ اس ایک دو ماہ میں مسلمان چین سے نہ بیٹھیں اور ہر فرد مسلم اپنی اپنی

جگہ مطالبۂ پاکستان کو حق بجانب ظاہر کرنے کے لئے ہر امکانی کوشش عمل میں لائے۔ کاش جو مسلمان اس مطالبہ سے علیحدہ ہیں۔ وہ بھی اس وقت متفق ہوتے یا کم از کم برسرِ پیکار نہ ہوتے تو بسہولت اور بادنیٰ مقابلے کے ہمارا یہ قومی نصب العین انگریز اور ہندو دونوں سے تسلیم کرایا جاسکتا۔ خصوصیت کے ساتھ ہمارے احرار بھائی پہلے مسلم لیگ کے ساتھ ہو کر ہندوستان میں کوئی مناسب زمین حاصل کر لیتے۔ پھر وہاں حکومتِ الٰہیہ کی مضبوط عمارت بنوانے کی خدمت پوری قوت کے ساتھ انجام دیتے۔ افسوس کہ ایسا نہ ہوا تجری الریاح بما لا تشتہی السفن۔ واللہ غالب علیٰ امرہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ٥ بہر صورت اس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس معرکۂ انتخاب میں حصول پاکستان کے پیش نظر مسلم لیگ کی آواز کو زیادہ سے زیادہ کامیاب اور مؤثر بنانے کی کوشش کریں۔ میں اس سے بے خبر نہیں کہ محض الیکشن کی کامیابی ہم کو پاکستان نہیں دلوا سکتی۔ الیکشن ختم ہونے کے بعد دیکھنا ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور ہندوستان کی سخت اضطرابی کیفیات کا اثر حکومتِ برطانیہ کے قلب و دماغ پر کیا پڑتا ہے

اور ہماری ہمسایہ اقوام کہاں تک ٹھنڈے دماغ سے جمہور مسلمین کے منصفانہ مطالبہ پر غور کرتے اور اس پورے ملک کی بہتری اور امن وخوش حالی کا کس حد تک پاس و لحاظ رکھتے ہیں۔ اگر امن پسندانہ آزادی صلح و آشتی نیک خواہی اور خیرسگالی کے جذبات یہاں کی اقوام میں کارفرما ہوئے تو مسلمان آگے بڑھ کر جوش کے ساتھ اس کا خیرمقدم کریں گے۔ ورنہ جو غیرخوش گوار حالات پیش آئیں گے۔ اُن کے لئے ہم کو بہرحال سینہ سپر ہونا پڑے گا۔

ہمارا قومی نعرہ

اس موقعہ پر ہمارا قومی نعرہ وہ ہی ہو گا۔ جو روہیلکھنڈ کے آخری ہیرو حافظ رحمت علی خاں نے اپنے تاریخی خط میں شجاع الدولہ کو لکھا تھا کہ

اگر صلاح دولت کیشاں بصلح ہمرنگ است بارک اللہ
دگر بستیز و جنگ است۔ بسم اللہ!
جواں مرداں نتابند از کسے روئے
ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

حالات کا آخری نتیجہ کچھ بھی ہو اور اس منزل کے قطع کرنے میں کچھ بھی مصائب کسی طرف سے پیش آئیں

مگر ہندی مسلمان اب جاگنے کے بعد پھر سونے اور اٹھنے کے بعد بیٹھ جانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

سینے میں دل آگاہ جو ہو کچھ غم نہ کرو ناشاد سہی
مشغول تو ہے بیدار تو ہے نغمہ نہ سہی فریاد سہی
ہر چند بگولا مضطر ہے اک جوش تو اس کے اندر ہے
اک وجد تو ہے اک رقص تو ہے بے چین سہی برباد سہی
وہ خوش کہ کروں گا قتل اسے یا قید قفس میں رکھوں گا
میں خوش کہ وہ طالب تو ہے مرا صیاد سہی جلاد سہی

یونینسٹ پارٹی کے مسلم ارکان سے خطاب

اب رخصت ہونے سے پہلے مجھے دو لفظ اور کہنے دیجئے جو یہاں کی برسر حکومت پارٹی سے متعلق ہیں۔ میں ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یونینسٹ پارٹی مسلم ارکان باوجود پاکستان کے حامی ہونے کے کس نوعیت کا اختلاف مسلم لیگ سے رکھتے ہیں۔ میں ایک غیر سیاسی آدمی ہوں۔ ایسے دقیق سیاسی اختلافات کا سمجھنا شاید میری دسترس سے باہر ہے۔ اخبارات وجرائد سے جو کچھ مجھے اندازہ ہوا۔ وہ یہ ہے کہ اصولاً اختلاف زیادہ شدید قسم کا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر اس نے عملاً ایک سخت نوعیت اختیار کر لی ہے۔ کیا پنجاب میں کوئی

سمجھدار، اور با اثر ایسا نہیں جو اختلافات کی اس گتھی کو سلجھا سکے۔ اوس و خزرج کی ایک سو بیس سالہ جنگ کے اثرات کو اسلام کی ربّانی تاثیر نے ایک آن میں ختم کر دیا تھا۔ کیا آج ہمارا مشترک جذبۂ اسلامیت اور اعلیٰ قومی مفاد کا تصوّر ایسے حقیر نزاعات کو ایسے نازک موقع پر ختم نہیں کر سکتا۔ ضرور کر سکتا ہے۔ مگر وہ ختم کرنا اُسی خداوند قدوس کے نام پر ممکن ہوگا جس کا واسطہ دینا الیکشن کے زمانے میں جرم قرار دے دیا گیا۔ اکبرؔ مرحوم نے شاید اسی دن کے لئے کہا تھا ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اب فرمائیے کہ اگر گلینسی ہمارا خضرِ راہ بن جائے اور خضرِ راہ ہی راستے سے ہٹانے لگے تو صحیح راہ نمائی کی توقع کس طرح کی جا سکتی ہے۔

بارے! خدا کا شکر کہ مسلمانوں نے یہ سیاسی مہم سر کرنے کے لئے اپنا رہنما چن لیا ہے جس نے عظیم ترین قومی تنظیم کو ہر قیمت پر محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے حق تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ خطبہ بلا ارادہ طویل ہوتا جا رہا ہے اور جمعیۃ علماء اسلام کے دوسرے اعلیٰ ترین مقاصد پر جو اس کے مفصل نظامنامہ کے پڑھنے سے آپ پر واضح ہوں گے اور جن کا تعلق محض ہنگامی ضرورت حال سے نہیں۔ میں اس پر کوئی بحث نہیں کر سکا۔ اپنی اس تقصیر کا مجھے اعتراف ہے۔ لیکن وقتی مسئلہ نے بہت وقت لے لیا۔ ادھر طویل علالت کے اثرات سے میں اس قابل نہیں کہ مزید محنت برداشت کر سکوں میں تھک چکا اور میرے خیال میں آپ بھی سنتے سنتے اُکتا گئے ہوں گے۔ اس لئے آخر میں آپ کی قدر افزائی اور مہمان نوازی کے شکریہ کے ساتھ ساتھ اس دعاء پر ختم کرتا ہوں۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم وجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔

سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

نوٹ:۔ میرٹھ کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں ایک

جزو زیر عنوان "ووٹروں سے خطاب" شائع تو ہو چکا۔ اگر آپ چاہیں اس خطبہ کا جزو بنا سکتے ہیں - کیونکہ اس کی ضرورت آج کل ہر جگہ ہے۔ اور مناسب سمجھیں تو علیحدہ بھی اس کو شائع کر سکتے ہیں۔

آخر میں میں مجلس استقبالیہ اور اس کے سرگرم عہدہ داران بالخصوص مولینا غلام مرشد صاحب صدر جمعیۃ علمائے پنجاب۔ خان صاحب چودھری عبد الکریم صاحب جنرل سکرٹری مجلس استقبالیہ جمعیۃ العلماء اسلام پنجاب اور ملک لال خان صاحب آرگنائزنگ سکرٹری مجلس استقبالیہ جمعیۃ علماء اسلام و عزیز مولوی متین خطیب دیوبند نائب ناظم کل ہند جمعیۃ علمائے اسلام کا دلی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ جن کی انتھک کوششوں اور قربانیوں سے یہ کانفرنس انعقاد پذیر ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان حضرات کے دلوں میں خدمت اسلام کا ایک بے پناہ جذبہ پیدا فرما دیا اس کا اثر ہے کہ آج ہم اس قدر عظیم الشان اجتماع اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ حضرات اپنے وقت عزیز کو اس قدر سرگرمی سے مفاد ملت کے لئے وقف نہ فرماتے۔ تو شاید ہم اپنے مقاصد کے حصول

میں کامیاب نہ ہو سکتے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں بیش از بیش خدمتِ دین و ملّت کی توفیق اور ہمّت عطا فرمائے۔ اور اپنی نعمتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

شبیر احمد عثمانی دیوبندی

۲۶-جنوری ۱۹۴۶ء ——— ۲۱-صفر ۱۳۶۵ھ

نفیس اکیڈیمی۔ عابد روڈ حیدرآباد دکن کی مطبوعات

تشریحات پاکستان ۔ علامہ عبد القدوس ہاشمی ۔ قیمت دو روپے چودہ آنے
معاشیات اور پاکستان ۔ علامہ عبد القدوس ہاشمی قیمت ایک روپیہ دس آنے
اسلام کا نظامِ سیاست و عدالت ۔ یعقوب الرحمٰن عثمانی قیمت دو روپے بارہ آنے
اسلام کے سیاسی تصوّرات ۔ غلام دستگیر رشید ۔ قیمت دو روپے بارہ آنے
مقالات جمال الدین افغانی ۔ مبارز الدین رفعت قیمت دو روپے چودہ آنے
مقام جمال الدین افغانی ۔ مبارز الدین رفعت ۔ قیمت تین روپے
قائدین کے خطوط جناح کے نام ۔ سعید صدیقی ۔ قیمت دو روپے
قائد ملت بہادر یار جنگ مرحوم (سوانحعمری) قیمت دو روپے بارہ آنے
تاجدار دو عالمؐ ۔ عبد الرحمٰن عزام بے ۔ قیمت دو روپے بارہ آنے
سیر افغانستان ۔ علامہ سید سلیمان ندوی ۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے
حکمتِ اقبال ۔ غلام دستگیر رشید ام ۔ اے ۔ قیمت چار روپے ۔
فکرِ اقبال ۔ غلام دستگیر رشید ام ۔ اے ۔ قیمت چار روپے ۔
تصوّراتِ اقبال ۔ شاغل فخری ۔ قیمت تین روپے چھ آنے ۔
فلسفۂ عجم ۔ علامہ اقبال مرحوم ۔ قیمت تین روپے دو آنے
نئے ادبی رجحانات ۔ سید اعجاز حسین ۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے
نثر ریاض خیرآبادی ۔ عقیل جعفری ۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے
جگر مراد آبادی ۔ تبسم نظامی ۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

نانسیت ۔ شاہد رزاقی ...... قیمت دو روپے بارہ آنے
پاکستان مخالفین کی نظر میں .... قیمت بارہ آنے
ذکر جمیل ۔ ماہر القادری .... قیمت ایک روپیہ بارہ آنے
جہان آرزو ۔ آرزو لکھنوی .... قیمت دو روپے بارہ آنے
کوہِ نور کی سرگزشت ۔ رہبر فاروقی ۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے
گاندھی جناح مراسلت ۔ مسلم ضیائی ۔ قیمت بارہ آنے
کانگریسی علماء ۔ ناظم قریشی ..... قیمت بارہ آنے ۔
داستانِ کربلا ۔ سعید صدیقی ۔ قیمت دو روپے بارہ آنے
چالیس کروڑ بھکاری (افسانے) ابراہیم جلیس قیمت دو روپے بارہ آنے
ترنگونا دیس (افسانے) ابراہیم جلیس ۔ قیمت دو روپے بارہ آنے
بھوکا ہے بنگال (افسانے) ابراہیم جلیس قیمت دو روپے چودہ آنے
خطا (ناول) قیسی رام پوری ...... قیمت تین روپے
سزا (ناول) قیسی رام پوری ۔ قیمت دو روپے چار آنے
غبار (افسانے) قیسی رام پوری ۔ قیمت دو روپے چار آنے
ضربیں (افسانے) قیسی رام پوری .... قیمت تین روپے
ہچکیاں (افسانے) صدیقہ سیوہاروی ۔ قیمت تین روپے چار آنے
سرنوشت (افسانے) مجنوں گورکھپوری ۔ قیمت دو روپے
آج کل کے رومان (افسانے) فضل حق قریشی قیمت دو روپے بارہ آنے

نفیس کتابیں

تشریحات پاکستان دو روپیہ چودہ آنہ	معاشیات پاکستان ایک روپیہ دس آنہ	تصورات پاکستان دو روپیہ بارہ آنہ
اسلام کا نظام سیاست و عدالت دو روپیہ بارہ آنہ	قائدین کے خطوط جناح کے نام دو روپیہ	مقام جمال الدین تین روپیہ
مقالات جمال الدین دو روپیہ چودہ آنہ	پاکستان مخالفین کی نظر میں بارہ آنہ	نئے ادبی رجحانات تین روپیہ آٹھ آنہ
جہان آرزو دو روپیہ بارہ آنہ	نثر ریاض خیرآبادی دو روپیہ آٹھ آنہ	جگر مرادآبادی دو روپیہ آٹھ آنہ
قائد ملت بہادر یار جنگ دو روپیہ بارہ آنہ	تاجدار دو عالم دو روپیہ بارہ آنہ	سیر افغانستان دو روپیہ آٹھ آنہ
تصورات اقبال تین روپیہ چھ آنہ	فکر اقبال چار روپیہ	حکمت اقبال چار روپیہ
فلسفۂ عجم تین روپیہ دو آنہ	اسلام کے سیاسی تصورات دو روپیہ بارہ آنہ	بھوکا ہے بنگال دو روپیہ چودہ آنہ
چالیس کروڑ بھکاری دو روپیہ بارہ آنہ	تکونا دیس دو روپیہ بارہ آنہ	کرنل لارنس دو روپیہ بارہ آنہ
ضربیں تین روپیہ	سزا دو روپیہ چار آنہ	خطا تین روپیہ
کوہ نور کی سرگذشت ایک روپیہ چار آنہ	نالسیت دو روپیہ بارہ آنہ	داستان کربلا دو روپیہ چودہ آنہ

نفیس اکیڈیمی عابد روڈ حیدرآباد دکن